SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, November 21, 2005

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) slamabad, at fifty five minutes past three in the evening with Mr. 'hairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرجیم

فاذا مس الانسان ضر دعانا ثم اذا خولنہ نعمۃ منا قال انما اوتیتہ علیٰ
علم۔ بل ھی فتنۃ و لکن اکثرھم لایعلمون۔ قد قالھا الذین من قبلھم
فما اغنیٰ عنھم ما کانو یکسبون۔ فاصابھم سیات ماکسبوا۔ والذین
ظلموا من ھؤلاء سیصیبھم سیأت ما کسبو وما ھم بمعجزین۔

ترجمہ: جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے۔ پھر جب
ہم اس کو اپنی طرف سے نعمت بخشتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے میرے
علم و دانش کے سبب ملی ہے (نہیں) بلکہ وہ آزمائش ہے مگر ان میں سے
اکثر نہیں جانتے۔ جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی یہی کرتے تھے تو جو
کچھ وہ کیا کرتے تھے، ان کے کچھ کام بھی نہ آیا۔ ان پر ان کے اعمال کے

وبال پڑ گئے اور جو لوگ ان میں سے ظلم کرتے رہے ہیں ' ان پر ان کے
عملوں کے وبال عنقریب پڑیں گے اور وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

(سورۃ الزمر آیت،۴۹ تا ۵۱)

جناب چیئرمین : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل
محمد۔

Now, we take up leave applications.

سینیٹر مہیم خان بلوچ، جناب والا! .Point of Order

جناب چیئرمین، میرا خیال ہے کہ ابھی Point of Order رہنے دیتے ہیں کیونکہ
بہت speakers ابھی باقی ہیں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ، صرف ایک لفظ کہنا ہے۔

جناب چیئرمین، صرف ایک لفظ نہیں ہوتا ہے ' پھر اس سے آگے بات بڑھتی ہے۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ، بات بہت اہم ہے۔

POINT OF ORDER; RE: REMARKS OF A FEDERAL MINISTER

AGAINST THE PEOPLE OF BALOCHISTAN

جناب چیئرمین، بات ضرور اہم ہوگی تاہم ایسی صورت میں آپ مجھ سے پہلے رابطہ کر
لیا کریں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ، جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہر روز بلوچستان کے اخبارات میں ڈاکٹر شیر افگن کے بارے میں مختلف بیانات چھپ رہے ہیں اور آج کے تمام اخبارات میں بھی ایسی ہی خبریں چھپی ہیں کہ شیر افگن خان بلوچستان کے لوگوں کو کہتے ہیں کہ وہ نااہل ہیں حالانکہ انہیں چاہئیے کہ وہ سب سے پہلے اپنے اندر اہلیت پیدا کریں۔ اس لیے میری شیر افگن خان سے گزارش ہے کہ اگر انہوں نے اس دن ایوان میں یہ بات کہی ہے تو اسے کھل کر کہہ دیں اور اگر نہیں کہی ہے تو کم از کم اس بات کی وضاحت کر دیں تاکہ ان کے بارے میں بلوچستان کے اخبارات میں جو منفی remarks چھپ رہے ہیں' وہ ختم ہو جائیں کیونکہ یہ اچھی

بات نہیں۔ وزیر صاحب! ذرا اس کی وضاحت فرما دیں۔

جناب چیئرمین، میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی (وفاقی وزیر برائے پارلیمانی امور)، جناب چیئرمین
میں نے کہا ہے،نہ میں کہوں گا۔ یہ تو نامناسب ہے کہ ہماری فیڈریشن کی ایک اکائی ہے اور
کی عوام پاکستانی ہے اور پاکستان کا major حصہ ہے،اس لیے کوئی ذی شعور آدمی ایسی بات
ہی نہیں سکتا، میں تو منسٹر ہوں، ایک responsible آدمی ہوں اور چوتھی مرتبہ red
Member of the National Assembly ہوں۔ اگر وہ اس کو کوئی اورمعنی پہنا دیتے ہیں
اس میں میرا نہیں ان کا قصور ہے جو اس کی ایسی تشریح کرتے ہیں۔ میں نے نہیں کہا نہ کہ
گا اور نہ کوئی کہہ سکتا ہے۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین، وضاحت ہو گئی۔ جناب ایس ایم ظفر نے ذاتی مصروفیات کی بنا
آج مورخہ 21 نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ میاں شمیم حیدر نے اطلا
دی ہے کہ وہ ملک سے باہر جا رہے ہیں اس لیے مورخہ 21 تا 24 نومبر اجلاس میں شرکت نہ
کر سکیں گے۔ میر محمد نصیر مینگل نے اطلاع دی ہے کہ وہ کراچی میں ہیں اس لیے آج مو
21 نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

'e may now continue our discussion on the commenced motion on the tuation arising out of the earthquake on 8th October, 2005. I now give e floor to Mr. Ahmed Ali.

COMMENCED MOTION; RE: THE SITUATION ARISING OUT OF THE EARTHQUAKE ON 8TH OCTOBER, 2005.

سینیٹر احمد علی، Thank you Mr. Chairman! آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا
I would like to start from the Donors Conference. جناب ! ہم نے highly
successful Donor Conference دیکھی اور ہمیں 5.9, بلین ڈالر جتنا چاہیے تھا ہم نے اس

سے زیادہ achieve کیا۔ بے شک یہ President صاحب کی بصارت اور ان کی international popularity کو واضح کرتی ہے۔ There is no doubt کہ Prime Minister صاحب کی بھی اس میں اتنی ہی efforts ہیں۔ There is no doubt کہ کچھ اس میں loans ہیں اور باقی donations ہیں لیکن loans بھی بہت ہی soft loans ہیں جو بڑے لمبے عرصے میں pay کیے جانے ہیں۔ میں پریذیڈنٹ صاحب کو successful conference پر congratulate کرتا ہوں کہ اس conference کو اچھی طرح چلایا۔ ساتھ ساتھ میں اپوزیشن کو یہ بھی request کرتا ہوں کہ opposition for the sake of opposition نہ کریں، اب وقت آ گیا ہے کہ سب مل کر بیٹھیں اور گورنمنٹ کو اچھی تجاویز دیں۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی ناکامی ہوتی تو یہ سننا پڑتا کہ government fail ہو گئی، ہمیں شاید یہ سننا پڑتا کہ باہر کے لوگ trust نہیں کرتے، ہمیں شاید کچھ اور بھی سننا پڑتا لیکن یہ وقت اب نکل گیا، اب آپ کو چاہئے کہ مل بیٹھ کر اس پر کام کریں اور اس میں politics کو نہ لائیں بلکہ public کی طرف دیکھیں جو بیچارے suffer ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین! زلزلے کی باتیں ہو رہیں ہیں، میں آپ کے توسط سے سب کو بتانا چاہتا ہوں کہ جس دن، 8 تاریخ کو زلزلہ آیا تھا، ہم اسی سینیٹ کے ہال میں بیٹھے تھے لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ کتنا serious ہے اور اس نے کتنا damage کیا ہے۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ سینیٹر سواتی صاحب نے کہا تھا کہ میرے علاقے میں کئی گاؤں الٹ گئے ہیں تو اس وقت میں نے فیصلہ کیا کہ جا کر دیکھوں کہ کیا ہوا ہے لیکن میں مانسہرہ سے آگے نہیں دیکھ سکا کیونکہ میرا دل وہ مناظر جو نظر آ رہے تھے برداشت نہیں کر پا رہا تھا تو I had to come and rush back to Karachi اور اس کے بعد ہم نے ایک effort شروع کی جس کو سب نے دیکھا کہ ہم ہر جگہ موجود تھے۔ ہم نے صرف human ground کے حوالے سے بات کی ہے اور کہیں politics کو involve نہیں کیا اور جو بھی ہم کر سکتے تھے، کراچی والوں نے جس طرح سے آگے بڑھ کر لوگوں کو دیا ہے۔ مجھے ایک occasion یاد ہے جب میں ایک camp میں بیٹھا تھا، ایک گاڑی رکی، اس میں سے ایک عورت اتری، اس بیچاری نے اپنا پورا زیور اتار کر ہماری table پر رکھ دیا کہ جناب یہ میرا زیور ہے، یہ بڑا مشکل فیصلہ تھا کہ بیچاری عورت کا زیور بیچ دیں یا اس کو ابھی hold

کریں تو ہم نے اپنے مرکز سے رابطہ کیا کہ یہ عورت اپنا زیور بھی دے گئیں ہیں۔ اس سے لوگوں کی feelings کا اندازہ ہو رہا تھا کہ کس طرح کے جذبات ہیں اسی طرح سے اس donors conference میں بھی لوگوں کے جذبات تھے جو سامنے آئے اور لوگوں نے اپنے جذبات کو سامنے رکھا کہ اس وقت ملک کو شدت سے ضرورت ہے اور وہی جذبات دنیا کے بھی ابھی تک زندہ ہیں۔ اب ہمیں صرف کام کرنے کی طرف جانا ہے ۔ انشاء اللہ یہ کام پورا کریں گے۔ زلزلے کی وجوہات کی طرف ہم دیکھتے ہیں کہ زلزلے آتے کیوں ہیں ؟ یہ آج تک کوئی پتا نہیں کرسکا کہ کیوں آتے ہیں۔ اگر ہم پرانی history دیکھتے چلے جائیں تو ہمیں یاد ہیں جاپان کے زلزلے، انڈونیشیا کے زلزلے، ہمیں انڈیا ، چائنا ، ترکی ، ایران اور مراکش کے سب یاد ہیں ' اس کے بعد اب یہ پاکستان میں بھی آ گیا۔ لیکن کسی نے یہ غور نہیں کیا کہ پہاڑ slide کیوں کر گئے ؟ slides کرنے کی وجوہات بہت واضح ہیں کہ جب جب ہم ملک کے درخت کاٹتے چلے جائیں گے تو وہ درخت ہوتے ہیں actually anchor ہوتے ہیں جو پہاڑوں کو اپنی جگہ قائم رکھتے ہیں۔ لیکن چھپن سال سے بیدردی سے ہم نے جنگلات کو کاٹا ہے اور جنگلات کو grow کرنے کا کوئی انتظام نہیں کیا اس سے ہم نے زلزلوں کو بہت بڑھا دیا اور ہم بہت زیادہ vulnerable ہوگئے۔ apparently یہ لگتا ہے کہ زلزلے بھی ایک sequence کے ساتھ آتے ہیں اور وہ sequence جو ہے کئی کئی سال لگتے ہیں دوبارہ بننے کے لیے۔ اب ہمیں پتا چل گیا ہے کہ ہمارے ہاں زلزلے آئے ہیں ہم نے کس طرح اس کو control کرنا ہے اور کیسے روکنا ہے ۔

سب سے پہلے construction کی طرف دیکھنا ہے۔ میں آپ کے توسط سے حکومت سے ایک درخواست کروں گا کہ جناب آپ Warehouses بنائیں جس میں سیمنٹ، سریا ، لکڑی اور ساری construction کی چیزیں موجود ہونی چاہییں۔ جن کو لوگ اوپر سے آئیں اور خرید کر لے جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ سب کچھ ہے مگر یہ shortage ہے اور ایک نئی سے نئی مشکلیں پڑ سکتی ہیں۔ اس لیے میری حکومت سے درخواست ہے کہ سب سے پہلے اس طرف توجہ دیں۔

Tents کا سوال تھا۔ اس دن بڑی detailed discussions ہوئیں۔ Yes tents ایک temporary solution ضرور ہے مگر یہ permanent solution نہیں ہے ۔ permanent solution کے لیے ہمیں بہت لمبا کام کرنا پڑے گا۔

جناب والا! construction کے حوالے سے بات ہوگئی اور میں اپنی تقریر کو اس لیے short رکھنا چاہتا ہوں تاکہ سارے لوگ اس میں participate کریں اور اپنی suggestions دیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ جو ہوگیا ہے وہ history ہو چکی ہے۔ لیکن ہم نے آگے چلنا ہے۔ آگے چلنے کے لیے بہت ضروری ہے اور میں اپوزیشن سے بھی درخواست کرتا ہوں اور حکومتی پارٹیز سے بھی کہ دونوں ہاتھ ملائیں اور اس نیک کام میں سب ساتھ مل کر چلیں۔ Thank You very much.

Mr: Chairman: We appreciate your being brief and to the point. We hope others will also follow that. I will request the members to please keep in mind the time frame. Mr. Raza Muhammad Raza.

سینیٹر رضا محمد رضا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین ! کہ آپ نے مجھے بڑے اہم موضوع پر بولنے کا موقع دیا جس سے ہمارا ملک اور پوری دنیا متاثر ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین! میں اپنی پشتونخواہ عوامی ملی پارٹی اور اس ملک کے محکوم اقوام پشتون، بلوچ، سندھی، سرائیکی تمام قوموں کی نمائندگی سے ۸ اکتوبر کے اس ہولناک اور تباہ کن زلزلے کا نشانہ بننے والے لاکھوں ہم وطنوں کی موت اور دکھ پر اور لاکھوں زخمیوں کے زخم پر گہرے غم اور رنج کا اظہار کرتا ہوں اور خداوند تعالیٰ سے اس صدمے کے برداشت کی دعا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین! ۸ اکتوبر کا زلزلہ جس دن آیا اس دن یہ بات خوش آئند تھی کہ سینیٹ سیشن میں تھا اور اس ایوان میں سب سے پہلے اپوزیشن کے قائد جناب رضا ربانی نے یہ نشاندہی کی کہ حالات ایسے بتا رہے ہیں کہ اس ملک میں بہت خطرناک زلزلہ آیا ہے اور اس سے پشتونخواہ وطن کا ہزارہ ڈویژن کا بیشتر علاقہ، کشمیر اور شمالی علاقہ جات تباہ ہو گئے ہیں اور حکومت سے اپیل بھی کی ہے اور اپنی پیشکش بھی کی کہ یہ ایک مسئلہ ہے کہ اس میں حکومت کو تمام وسائل بروئے کار لاکر متاثرین کی مدد کرنی چاہیے اور اس مدد میں اپوزیشن مکمل طور پر ساتھ رہے گی۔

جناب چیئرمین! جیسا کہ ہم سب نے محسوس کیا پہلے جھٹکے سے کہ بڑا تباہ کن زلزلہ تھا لیکن یہ بدقسمتی ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے پہلے دن کی اپنی نشریات میں اور ٹی وی

پروگراموں میں یہ تاثر قائم کیا کہ معمولی قسم کا نقصان ہوا ہے کچھ لوگ مرے ہیں۔ ہم نے یہ تاثر قائم کیا کہ کچھ بھی نہیں ہوا، معمول کے زلزلے آتے رہے ہیں۔ پھر جناب اس بدترین زلزلے کے بعد ایک ڈیڑھ مہینے کا جو عرصہ ہے اس میں زلزلے کے ہر پہلو پر لوگ بولے ہیں اور میرے بولنے کے لیے بہت کم بچا ہے۔ اس زلزلے کا دردناک پہلو یہ تھا کہ ہماری نظروں کے سامنے لاکھوں لوگ متاثر ہوئے، اب یہ بات غلط ہے کہ ہزاروں لوگ مرے تھے۔ ہم سب نے مشاہدہ کیا، میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں جنھوں نے بڑے قریب سے مشاہدہ کیا ہے بیشتر تباہ حال علاقوں کا۔ یہ بڑا درد ناک پہلو ہے کہ چار دن تک زلزلے کے تمام علاقوں میں لاکھوں لوگ بدترین تکلیف میں ملبوں کے تلے سسک کر، تڑپ تڑپ کر دم توڑتے رہے اور ان کی چیخیں اور فریادیں نہ اس ملک کے عوام نے سنیں، نہ اس ملک کے حکمرانوں نے، نہ اس ملک کی پارٹیوں نے اور نہ عالم انسانیت نے۔ چار دن کے بعد جناب یہ سوچا گیا کہ کسی کو نجات دلائی جا سکے، کسی کی فوری مدد کی جا سکے، کسی کو موت سے بچایا جا سکے۔ فوری مدد کرنے کے بارے میں یہ درد ناک پہلو ہے کہ اتنے بڑے ملک میں جس کی اتنی بڑی حکومت اور مسلح افواج اور کروڑوں عوام نے اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کی اور عالم انسانیت کا المیہ کہ اتنی جدید دنیا میں ہم کوتاہ بین سہی لیکن دنیا کی اتنی تیز نظریں، ان کے سیٹلائیٹ اور اس تباہ حال علاقے پر ان کی نظر نہ پڑی اور ان کی مدد کو کوئی نہیں پہنچا۔ میں داد دیتا ہوں میڈیا کو کہ ہمارے طاقتور میڈیا نے، ملکی اور بین الاقوامی میڈیا نے چیخ چیخ کر پکار پکار کر تمام اہل وطن کو اور تمام عالم انسانیت کو وہ آئینہ دکھایا، وہ تصویر دکھائی کہ کتنے بڑے پیمانے کی تباہی ہے۔ شہروں کے شہر زلزلے کی وجہ سے ملبوں کے نیچے آ گئے ہیں اور لاکھوں لوگ نیچے دب کر ہلاک ہوئے۔

پھر جناب جو ہم کہتے ہیں کہ ہم زندہ قوم ہیں۔ بے شک ہم زندہ قوم ہوں گے لیکن ہماری زندہ قوم بہت دیر سے پہنچی۔ یہ بات درست ہے کہ ہمارے ملک کے ہر حصے کے عوام کراچی سے گلگت تک تمام بڑوں اور تمام چھوٹوں نے، ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے، امیروں اور غریبوں نے اس زلزلے میں لوگوں کی مدد کی مگر ہمارے عوام کی کیا استعداد تھی، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہمارے لاکھوں لوگ مدد کے لیے آئے لیکن لاکھوں لوگوں کی موجودگی میں صرف غیر ملکی rescue ٹیمیں کام کرتی رہیں، لاشیں نکالنے کا، لوگوں کی مدد کرنے کا۔ 19,20

خارجی ممالک کی ٹیمیں کام پر لگی رہیں اور ہمارا سارا ملک بشمول افواج پاکستان کے ہم تماشبین تھے۔ ہماری صلاحیت زندہ قوم کی نہیں تھی کہ ہم ایک مارگلہ ٹاور کے ملبے کو ہٹا سکیں اور لوگوں کو زندہ بچا سکیں۔ یہ تو بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ 57 لاکھ آبادی کے علاقوں میں زلزلہ آیا ہے اور یہ تقریباً 28,30 ہزار مربع میل کے علاقے میں برپا ہوا۔ اس میں تقریباً 30, 35 لاکھ لوگ براہ راست متاثر ہوئے اور لاکھوں لوگ لقمہ اجل بنے اور لاکھوں لوگ زخمی ہوئے اور تمام infrastructure تباہ ہوا۔ کچھ بھی نہیں بچا۔ کسی علاقے کا بالکل سو فیصد اور کسی علاقے کا قدرے کم۔ ایسے حالات میں جب یہ بھی معلوم ہوا، قومی اسمبلی اور سینیٹ کے ریکارڈ میں یہ تمام چیزیں آگئیں۔ تاریخ کا ایک ورق محفوظ ہوا کہ زلزلے کی کیا تباہ کاریاں تھیں اور لوگوں کے کیا ارمان اور امیدیں تھیں اور ہمارے عوام اور حکومت کے کیا کارنامے تھے اور دنیا کا کیا طرز عمل تھا۔ جناب والا! ان حالات میں یہ لازمی تھا کہ ہمارے ملک میں ایسی قدرتی آفات سے نمٹنے کے لیے ہمارے پاس انتظام ہوتا۔ جب ہمارے پاس ایک مارگلہ ٹاور کا ملبہ ہٹانے اور پھنسے ہوئے لوگوں کو بچانے کے لیے انتظام نہیں تھا تو اس کا اصل سبب یہ تھا کہ اس ملک میں عوام کے لیے کوئی کام نہیں ہوا۔ اس ملک کی ستاون سالہ حکمرانی، طویل مارشل لاء اور سول اور فوجی بیوروکریسی کی لوٹ مار کے اقدامات کا یہ نتیجہ اور سبب ہے کہ ہمارے پاس ایسے crisis کے لیے کوئی ادارہ موجود نہیں تھا نہ اس ادارے کی یہ صلاحیت تھی کہ ہم کچھ کر پاتے۔ بنیادی سطح تک پوری قوم بے صلاحیت تھی۔ اس کے پاس یہ ہنر اور صلاحیت نہ تھی کہ وہ کسی کو ملبے سے نکال سکے۔ ہم میں اتنی تنظیم نہیں تھی لاکھوں، کروڑوں لوگوں کی مدد آئی لیکن ہم سب نے یہ کہا کہ اس مدد کے پہنچنے سے پہلے لوٹ مار کرنے والے ان علاقوں میں پہنچے تھے، رضا کاروں سے پہلے لٹیرے پہنچے تھے اور جو سامان متاثرین کے لیے راستے میں آرہا تھا اس کا بیشتر حصہ ضائع کیا گیا یا اگر میں نرم لفظ استعمال کروں تو جو اصل متاثرین تھے ان تک نہیں پہنچ سکا اور وہ بدنظمی اور انتشار کا شکار متاثرین کو کم ملا یا غیر متاثرین نے وہ لوٹ لیا۔ جناب والا! یہ سلسلہ کئی دنوں تک چلتا رہا بڑی دیر کے بعد ہمیں یہ محسوس ہوا کہ مسلسل مطالبے آرہے ہیں کہ سامان متاثرین تک نہیں پہنچ رہا اور اپوزیشن کی طرف سے مسلسل یہ مطالبہ تھا کہ خدا کے لیے ایک ایسا ادراہ تشکیل دیا جائے جو اتنے عظیم سانحے، اس بڑے ملکی صدمے کا اور اتنے بڑے کام کی انجام دہی

کے لیے اقدامات اٹھائے۔ یہ مطالبہ بڑا برحق تھا اس لیے کہ پارلیمنٹ کی ایک بااختیار کمیٹی کے بغیر، ایسی کمیٹی جس میں تمام پارٹیوں کے لوگ شامل ہوں حتیٰ کہ پارلیمنٹ میں نمائندگی نہ رکھنے والی سیاسی پارٹیاں بھی اس میں شامل ہوں اور ایسی کمیٹی، ادارہ، body جس کو، پالیسی پلان بنانے کا اختیار ہو، جو strategy بنا سکتا ہو، جو direction and control کی نگرانی کا فریضہ انجام دے سکتا ہو وہ صرف اور صرف پارلیمنٹ تھی لیکن زلزلے کے نام پر حکمرانوں نے حسب سابق پارلیمنٹ کی ایک بھی نہ سنی، اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا، یہ بات درست ہے کہ اداروں کی ضرورت تھی، ہمیں ادارے بنانے چاہیئیں تھے، Relief Commissioner کی بھی تھی، کسی اور ادارے کی بھی ضرورت تھی، کاموں کو منظم کرنے کے لیے اداروں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ تمام ادارے پارلیمنٹ کی تابعداری میں بننے چاہیے تھے۔ پارلیمنٹ کی کمیٹی ایک رہنما کمیٹی ہوتی، plan بنانے اور اس کو steer کرنے کے لیے تمام اقدامات ہوتے لیکن ہوا یہ کہ ہم بڑے دعوے کرتے ہیں کہ ہم بڑے بااستعداد لوگ ہیں، ہم ایک ایٹمی پاور ہیں، ہماری فوج کے بارے میں جنرل صاحب کہتے ہیں کہ اس نے اتنا کمال کیا کہ تین دن میں ادھر پہنچ گئی، تین دن میں جیسا کہ زلزلہ کسی اور براعظم میں آیا ہو، کہتے ہیں کہ ہم نے اتنی چستی دکھائی، آپ تماشا دیکھیں کہتے ہیں کہ ہم نے تین دن میں فوج کو پہنچا دیا لیکن سارے جرنیلوں کو اس ذمہ داری پر لگایا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو بھی غیرآئینی اتھارٹی بنی ہے، اس کی کوئی آئینی اہمیت نہیں۔ اس کی کوئی آئینی حیثیت نہیں ہے۔ Leader of the Opposition نے ثابت کردیا کہ ایسا ادارہ بنایا گیا ہے جو کسی کو جوابدہ نہیں، جس کے کسی اقدام کو کورٹ میں challenge نہیں کیا جا سکتا اور آپ نے ایک جرنیل کو اس پر بٹھادیا ہے۔ تمام متاثرین اپنی جگہ پر، زلزلے کی تمام تباہ کاریاں اور تباہ حالیاں اپنی جگہ پر اور آپ تصویروں میں اور اخباروں میں صرف یہ دکھاتے رہے ہیں کہ ہمیں مدد کی ضرورت ہے، Reconstruction کے لیے مدد کی ضرورت ہے۔ بالاکوٹ اور مظفرآباد کے ملبے کو کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ ہزاروں، لاکھوں لوگ ملبے کے نیچے اب تک دبے ہوئے ہیں اور صرف اس ڈر کی وجہ سے کہ ہم نے اعلان کیا ہے کہ ایک لاکھ روپے مرنے والوں، شہید ہونے والوں کو دیں گے، ہم اپنی اموات کی تعداد کو کم کر رہے ہیں اور دنیا سے پیسہ بٹور کر reconstruction کرنے کے دعوے کر رہے ہیں۔ ہم

اپنی لاشیں دنیا کو دکھا رہے ہیں: دنیا کو سیر کرا کر اپنی تباہی دکھا رہے ہیں۔ جناب! چالیس دن تک ہم یہ شور کرتے رہے کہ دنیا ہمیں امداد دے اور نتیجتاً اقوام متحدہ نے کانفرنس منعقد کی، نتیجے میں پچاس کروڑ روپے مانگے۔ میں سلام پیش کرتا ہوں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو، ان کے جذبات کو، ان کے اخلاص اور نیک نیتی کو کہ انہوں نے بڑی کاوشیں کیں لیکن دنیا کا طرزعمل یہ رہا کہ پچاس کروڑ کی فوری مدد کا اس نے مطالبہ کیا، ہیلی کاپٹروں کے لیے کہا لیکن آپ نے دیکھا کہ کیا دیا گیا صرف 119 million اور حال یہ ہے کہ اب چالیس دن کے اندر اقوام متحدہ کو اپنے ہیلی کاپٹر کم کرنے پڑ رہے ہیں اور وہ جو ہم بڑے دعوے کرتے ہیں، ہم نے تو اپنی position دیکھ لی کہ ہمارے پاس کیا تھا، کتنے ہیلی کاپٹر تھے ہمارے پاس۔ ایٹم بم رکھنے والے ملک کے پاس ایمبولنسز نہیں تھیں، اس کے پاس ہیلی کاپٹر نہیں تھے، اس کے پاس ایسا کوئی ادارہ نہیں تھا جو کسی کو مدد پہنچا سکے۔ لہذا جناب! اس دوران آپ نے کہا کہ صرف ہمیں construction کی ضرورت ہے، ہمیں پیسہ ملنا چاہیے اور جو کام پورا کرنا تھا ملبے کو ہٹانے کا، لاشوں کو نکالنے کا اور متاثرہ لوگ جو اپنے گھروں سے جانے کے لیے کسی بھی صورت میں تیار نہیں ہیں، اب تک تیار نہیں ہیں اور ہم شور مچاتے رہے کہ آپ tent villages میں آ جائیں اور حالت یہ ہے کہ اب تک ہم کسی کو tent بھی نہیں پہنچا سکے۔ پانچ لاکھ کے قریب ہم نے tent جمع کیے لیکن آدھی سے زائد آبادی اب تک tent کا مطالبہ کر رہی ہے۔

اقوام متحدہ کا یہ کہنا ہے کہ 18 لاکھ لوگوں تک خوراک پہنچی ہے جبکہ 30 یا 35 لاکھ لوگ ایسے ہیں جن کو فوری خوراک کی ضرورت ہے۔ آپ شور مچاتے رہیں لیکن اب تک ہم نے 35 ہزار لوگوں کا خیموں میں انتظام کیا ہے جبکہ ایک بہت بڑی آبادی، لاکھوں کی آبادی ایسی ہے جو اپنے مقامات پر اب تک موجود ہے اور بدترین موسم کا آغاز ہو چکا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے جناب! کہ ہماری اس زندہ قوم پر جو یہ زلزلہ آیا، زلزلے کی تباہ کاری اسی شدت میں اب تک قائم ہے۔ ہم کوئی مدد نہیں کر سکے ہیں اور جو مدد کی ہے وہ اس ملک کی پارٹیوں نے کی ہے۔ اس ملک کی سماجی تنظیموں نے کی ہے، غیرسرکاری اداروں نے کی ہے۔ آپ جائیں عوام سے پوچھیں، کیا اب تک کوئی سرکار کی مدد پہنچی ہے؟ آپ کے cheques ہمیں معلوم ہیں، آپ کہتے ہیں کہ ہم 20 ارب روپے تقسیم کریں گے۔ آپ مجھے بتائیں کہ کتنے لوگوں کو اب تک cheques ملے

ہیں۔ آپ زلزلہ کے متاثرین سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ آپ شناختی کارڈ لائیں، آپ ہمیں بتائیں کہ کہاں سے documents لائیں۔ کسی نے بھی آپ کی مدد cash نہیں کی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ روپے، 1974 میں زلزلہ آیا تھا اس وقت کی حکومت نے ہر مرنے والے کو ایک لاکھ روپے دیئے تھے۔ آپ تیس سال کے بعد ایک لاکھ روپے دے رہے ہیں۔ اب تک آپ کسی کو دے بھی نہیں سکے۔ جناب چیئرمین! پرسوں میں الائی گیا تھا۔ الائی کی ممتاز شخصیات سے میری ملاقات ہوئی ہے۔ ان کی ایک تنظیم بنی ہے، انہوں نے کہا کہ سرکاری کوئی مدد نہیں پہنچی۔ اب تک صرف گزارہ ہو رہا ہے۔ وہاں کا کرنل ذاکر لوگوں کو مجبور کر رہا ہے کہ آپ ٹینٹوں میں آجائیں، جبکہ ہزاروں لوگ شہروں میں آگئے ہیں۔ کسی کی رجسٹریشن کا کوئی انتظام نہیں، آپ جس کو خیموں میں جانے پر مجبور کر رہے ہیں وہ اپنی مشکلات کی وجہ سے وہاں پر نہیں جا سکا لیکن بدترین بربادی ہوئی ہے۔ وہاں پر سرکاری کام کوئی نہیں ہو سکا۔

جناب چیئرمین! میں اس ملک کی تمام پارٹیوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں، جنہوں نے اپنی بساط کے مطابق عمل کیا اور عوام کی امداد کو منظم کیا اور متاثرین تک پہنچانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسے حالات میں آپ نے ڈونر کانفرنس منعقد کیا، میڈیا میں کل سے ہم دیکھ رہے ہیں، ہمارے وزیر (xxx) اطلاعات۔

Mr. Chairman: Expunge these remarks. He should be careful of the choice of words. Raza sahib.

سینیٹر رضا محمد رضا: ٹھیک ہے جناب۔(xxx) جناب! ہم ان سے پوچھتے ہیں -----

جناب چیئرمین: میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ لفظ expunge کریں اور الفاظ کی choice صحیح رکھیں۔ ایسے الفاظ پارلیمانی نہیں ہیں ان کو استعمال نہ کریں۔

سینیٹر رضا محمد رضا: جی۔ ہم مشکور ہیں، ہم دنیا کے ان تمام ممالک کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے اس زلزلے کے متاثرین کی مدد کی ہے، اس ملک کی مدد کی ہے، ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں لیکن جناب! یہ ڈونرز کانفرنس عطیات کے لیے تھی، یہ گرانٹس کے لیے تھی۔

+ [(xxx) Words expunged by the orders of Mr. Chairman.]

یہ قرضوں کے لیے نہیں۔ اس ملک پر 35 بلین ڈالر قرضوں کا بوجھ پہلے ہی پڑا ہوا ہے۔ ہم چار پانچ ارب مزید اس پر بوجھ ڈالیں گے۔ ہمارا' چودہ کروڑ عوام کا کیا بنے گا۔ آپ کے جنرل زبیر مادر پدر آزاد ہیں' وہ کسی کو جواب دہ نہیں' وہ اس ملک کے ترقیاتی کاموں کو بھی کاٹ سکتا ہے۔ وہ کسی کو جوابدہ نہیں۔ اب ہمارا ترقیاتی پروگرام یرغمال بنے گا اور نئے ٹیکس لگیں گے۔ اگر جرنیلوں کے ہاتھوں میں یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ہمارے جرنیل بڑے مالدار ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس ملک میں سب سے مالدار طبقہ جرنیلوں کا ہے۔ کل بھی اخباروں میں اندازہ تھا کہ ہمارے جرنیل دو سو ارب ڈالر سے زیادہ کے مالدار ہیں۔ اگر ان کی جائیدادوں کو شمار کیا جائے تو ٹریلین تک پہنچتا ہے لیکن آپ نے ایک بار پھر افغان مہاجرین جیسا طریقہ اختیار کیا' جب امریکہ نے 6.4 بلین ڈالر دیئے اور اس کا نتیجہ واران کی شکل میں نکلا۔(xxx) کی بیٹیوں کی جائیداد اور بیٹوں کی جائیداد-----

جناب چیئرمین، جو یہاں پر موجود نہیں ہیں' آپ ان کے نام نہ لیں۔

سینیٹر رضا محمد رضا : جناب چیئرمین! یہ ایسے ہی چلے گا۔ اگر آپ جنرل(xxx) کے ذریعے' جنرل(xxx) کے ذریعے چلائیں گے تو پھر ایک اور واران کمپنی بنے گی۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، یہ rule میں quote کرتا ہوں' مجھے آپ اجازت دیجئے۔

جناب چیئرمین، جی جی۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی : یہ رول ہے 200 اور اس کا sub rule ہے A (3) member while speaking shall not, اور آپ (g) ملاحظہ کریں' اس کا (g)

unnecessarily cast reflection on the condut of any person who cannot defend himself before the Senate. یہ آپ rule --------

سینیٹر رضا محمد رضا : نہیں جناب! یہ تو ہمارا ماضی ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی : یہ ماضی کی بات نہیں ہے۔

سینیٹر رضا محمد رضا : کیونکہ وہ حاضر سروس جرنیل رہے ہیں۔ یہ دونوں حضرات

+ [(xxx) Words expunged by the orders of Mr. Chairman.]

ہمارے بڑے اہم عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ میں ان کا نام بھی نہ لوں۔ اس وقت کے جرنیلوں نے--------

جناب چیئرمین: rules کی پابندی کریں۔

سینیٹر رضا محمد رضا: میں پابندی کروں گا۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: ان الفاظ کو آپ حذف فرمائیں۔

Mr. Chairman: They should be expunged.

سینیٹر رضا محمد رضا: جناب! میں پابندی کروں گا لیکن میری گزارش یہ تھی کہ جس طرح Donors Conference میں دنیا والوں نے مطالبہ کیا کہ اس رقم کی تقسیم اور خرچ کا طریقہ کیا ہو گا، یہ شفاف ہونا چاہیے، accountability ہو، civilian اداروں کے ذریعے خرچ ہونی چاہیے اور Military کا role اس میں نہیں ہونا چاہیے۔ جناب! یہ Donors' Conference کا مطالبہ تھا۔ جناب! بیرونی دنیا پارلیمنٹ کے سوا کسی ادارے پر بھروسہ نہیں کرتی۔ آپ لاکھ دفعہ کہیں کہ ہم نے اس کی Website بنا دی ہے اور International Auditors آ جائیں مگر اس رقم نے اس ملک میں خرچ ہونا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے ادارے بنانے ہیں۔ اب جب نام کی پارلیمنٹ موجود ہے تو پھر کیوں نہ اس پارلیمنٹ کو اختیار ہو کہ اس رقم کی تقسیم اور خرچ کے لیے strategy بنائے اور ترجیحات fix کرے۔

جناب والا! جب آپ جرنیلوں کے ذریعے یہ کام کریں گے تو یہ تمام پیسہ ضائع ہو جائے گا اور نہ اس سے reconstruction ہو گی اور نہ ہی relief کا کام ہو گا، لہذا کوئی rehabilitation نہیں ہو گی۔ آپ اس سے اندازہ لگالیں کہ چالیس دن گزرنے کے باوجود سرکار کی جانب سے اب تک کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم نے چار لاکھ مکانات بنانے ہیں اور ہم نے گیارہ ہزار تعلیمی ادارے بنانے ہیں، ہسپتال بنانے ہیں---

جناب چیئرمین: رضا صاحب! وقت کا بھی ذرا خیال رکھیے۔

سینیٹر رضا محمد رضا: جناب والا! میرا مطالبہ یہ ہے کہ جب تک آپ اس پارلیمنٹ کی با اختیار کمیٹی کو یہ کام نہیں سونپتے اس وقت تک کوئی چیز شفاف نہیں ہو گی اور یہ مطالبہ دنیا

آپ سے بدستور کرے گی اور آپ کو ماننا ہو گا۔

جناب والا! کہتے ہیں کہ یتیم بچوں کو ہم سنبھالیں گے۔ اب تک آپ نہیں سنبھال سکے۔ اس کا کوئی ریکارڈ آپ کے پاس نہیں ہے۔ اتنے بڑے زلزلے میں نیلوفر بختیار صاحبہ کہتی ہے کہ ہمارے پاس بامشکل سو ڈیڑھ سو cases یتیم بچوں کے ہیں، آپ کی اہلیت کا یہ اندازہ ہے کہ جہاں لاکھوں لوگ مرے ہوں کیا وہاں صرف معذور اور یتیم بچے صرف ایک سو ہیں؟ اس سلسلے میں جناب! یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس ملک میں بہت بڑا کاروبار بچوں اور خواتین کے اغوا کا ہے۔ ہم نے لاوارث خواتین اور لاوارث بچے کسی کو نہیں دینے اور جو بھی اس سلسلے میں اقدام کیے جائیں وہ حکومت کے control میں ہوں، سرکاری اداروں کے تحت ہوں، دوسری صورت میں بچوں کو حوالے نہ کیا جائے۔ ان کا انتظام وہ ادارے نہ کر پائیں گے جو آپ نے اب بنا رکھے ہیں۔ ہمارے پاس اس وقت کوئی اعداد و شمار نہیں ہیں جن پر بھروسہ کیا جا سکے۔ ان اعداد و شمار پر کون بھروسہ کرے جہاں لاکھوں لوگ مرے ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ 73 ہزار اموات ہیں۔ کیا آپ نے جو ملبے کے نیچے لوگ ہیں ان کا شمار کیا ہے؟ قطعاً نہیں۔ جناب! حالات بڑے سنگین ہیں اور اب تک کوئی کام نہیں ہو سکا اور جو امداد آ رہی تھی ملک کے اندر یا باہر سے وہ ایک ارب 90 کروڑ کی grant ہے یہ اصل اثاثہ ہے۔ باقی کب ملے گا؟ کتنا وقت اس کے لیے درکار ہو گا؟

جناب! میری تجویز یہ ہے کہ پارلیمنٹ کے ادارے کو با اختیار بنایا جائے اور تمام معاملات اس کے control میں ہونے چاہئیں۔ اسی طرح پشتونخواہ صوبے کی پارلیمنٹ میں اسی قسم کی کمیٹی ہو اور اس میں تمام لوگ شامل ہوں، تمام پارٹیاں شامل ہوں، گورنمنٹ کے نمائندے اس میں شامل ہوں۔۔۔

جناب چیئرمین، رضا صاحب! پہلے بھی کہا ہے کہ وہ نام استعمال کریں جس سے سب familiar ہوں۔

سینیٹر رضا محمد رضا، ٹھیک ہے۔ جناب! وہ استعمال ہو گا۔ ہمیں اپنی غلامی پر ندامت کرنی چاہیے، انگریز کے نام پر ہمیں ندامت کیوں نہ آئے؟ جناب! ہمارے صوبے کی پارلیمنٹ کی کمیٹی ہو اور اسی طرح کی کمیٹی کشمیر کی ہو۔۔۔

جناب چیئرمین، valid point ہے ۔ وہ نام استعمال کریں جو familiar ہوں۔

سینیٹر رضا محمد رضا، ٹھیک ہے آپ افغانی ہیں۔ یہ ہمارا صوبہ ہے۔ تو پارلیمنٹ میں اس کی کمیٹی ہو' اور اسی طرح کشمیر کی کمیٹی ہو اور یہ ہر district کی سطح پر' ہر تحصیل کی سطح پر ' ہر یونین کونسل کی سطح تک اور اس کمیٹی کے ذریعے ہم یہ تمام کام کریں اور یہ جو donors نے دیا ہے یا اس ملک کے جو وسائل create ہوئے ہیں' اس کا نصف حصہ ہمارے صوبے کی حکومت کو دیا جائے ----

جناب چیئرمین، رضا صاحب! وقت کا خیال رکھیں۔ بہت زیادہ وقت ہو گیا ہے۔

سینیٹر رضا محمد رضا، نہیں جناب! نصف فیصد حصہ دیا جائے جیسا کہ اس نے مطالبہ بھی کیا ہے ---

جناب چیئرمین، conclude کرنے کی کوشش کریں۔

سینیٹر رضا محمد رضا، میں conclude کر رہا ہوں۔ جناب ! میری تجویز یہ ہے کہ تمام امدادی سامان میں سے آدھا حصہ پشتون خواہ وطن کو اور آدھا ہمارے کشمیر کو دیا جائے اور یہ پارلیمنٹ کی کمیٹی کے ذریعے ہو اور اس میں کسی کو بے چین ہونے کی ضرورت نہیں ' کوئی ضرورت نہیں ، جنرلوں نے ---

جناب چیئرمین، وہ بولنے کے لیے انتظار میں ہیں۔ آپ ختم کریں تو ان کی بھی باری آئے۔

سینیٹر رضا محمد رضا، اس ملک کا جو انجام ہوا ہے آمریت کی پالیسیوں کے نتیجے میں' بدترین کرپشن اس ملک میں اس راستے سے آئی ہے ۔ اداروں کے خاتمے کا اصل سبب فوجی آمریت ہے مار گہ ٹاور---- ----

جناب چیئرمین، رضا صاحب! آپ تجاویز دے رہے تھے ۔ تجاویز دیں اور ختم کریں آدھ گھنٹہ ہو گیا ہے ۔

سینیٹر رضا محمد رضا، آدھا گھنٹہ نہیں ہوا ہے۔ بہت کم وقت ہوا ہے تو اس ----

جناب چیئرمین: ۲۸ منٹ ہو گئے ہیں' جلدی conclude کریں۔ پارلیمنٹ کے لیڈر کے لیے ۲۰ منٹ ہیں۔ یہ ہاؤس کا فیصلہ تھا تو میں نے کہا تھا کہ میں extra time دوں گا اگر کوئی نئی بات کر رہا ہو' اعداد و شمار دے رہا ہو۔ آپ وہی بات دہرا رہے ہیں۔ مہربانی کرکے کوئی اعداد و شمار دیں یا کوئی نئی بات کریں تو پھر ہے ---

سینیٹر رضا محمد رضا: نہیں میں سر۔۔

جناب چیئرمین: آپ ختم کریں۔ آپ مہربانی کرکے دو منٹ میں ختم کریں۔

سینیٹر رضا محمد رضا: میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اب تک متاثرہ عوام کو سرکاری امداد کا کچھ نہیں ملا اور اس کا علاج یہ ہے ---

جناب چیئرمین: آپ یہ کئی بار کہہ چکے ہیں۔ کوئی نئی بات کریں مہربانی کرکے ---

سینیٹر رضا محمد رضا: ان اداروں سے آپ اختیار لے لیں۔ اختیار آپ پارلیمنٹ کے حوالے کریں اور ان علاقوں کے لوگوں کو اس کام میں شامل کریں۔ آپ نے تو یہ طریقہ اختیار کیا ہے جو IMF World Bank کا تھا' اب یہ ساری امداد consultant لے جائیں گے ۔ جناب! آپ سے consultancy کے دو ہزار ڈالر ایک دن کے لے رہے ہیں۔ یہ ہمارے کوئی کام نہیں آئے گا۔ یہ loan کی رقم کام نہیں آئے گی اور خارجی اداروں کو ہم اپنی امداد پر نہ چھوڑیں۔ ہم اپنے structure کو دوسروں کے حوالے نہ کریں۔ فوجی جنرلوں سے اگر کچھ ہوتا تو اس ملک کی تعمیر ہوتی ---

جناب چیئرمین: رضا صاحب اب ختم کریں۔ دو منٹ ہیں اب ختم کریں۔

سینیٹر رضا محمد رضا: ۵۸ سال سے حکومت رہی ہے ۔ جناب! میں یہ تجویز کروں گا۔ میں ایک بار پھر داد وتحسین پیش کرتا ہوں اپنی تمام پارٹیوں کو ' اپنی پارٹی کے کارکنوں اور راہنماؤں کو' جنہوں نے پہلے دن سے مسلسل بہت کام کیا' صوابی' سوات اور مالاکنڈ کے ان لوگوں کو جنہوں نے مردوں اور لاشوں کے دفن اور کفن میں اور کاموں میں جسمانی محنت کی اور آج تک ہمارے تمام قائدین جنہوں نے عوام کو منظم اور متحد کرنے میں مسلسل رول ادا کیا ہے۔ اگرچہ ہم نے relief کے کام میں بہت کم مالی مدد دی ہو گی لیکن ہماری پارٹی کی جتنی پسلی تھی اتنا ہم

بروئے کار لائے۔ اب یہ ہے کہ کام کی ضرورت ہے---

جناب چیئرمین:اب آپ تشریف رکھیں۔

سینیٹر رضا محمد رضا: میری تجویز یہ ہے کہ اب جسمانی کام کی ضرورت ہے اور ایسے اداروں کی ضرورت ہے جن پر لوگ اعتماد رکھیں اور وہاں کے پاکستانی ہوں---

جناب چیئرمین:رضا صاحب! تشریف رکھیں ۔ انور بیگ اگلا سپیکر، تشریف رکھیے۔ انور صاحب کی باری ہے---

سینیٹر رضا محمد رضا: میں آخر میں عرض کروں گا کہ قومی طور پر پارلیمنٹ کی کمیٹی کو با اختیار بنانا چاہیے اور تمام کام ان کے حوالے کیا جائے۔جنرل زبیر کے ادارے کو ختم کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: رضا صاحب! آپ پہلے بھی کہہ چکے ہیں - اب تشریف رکھیئے۔ تشریف رکھیئے۔ اب انور صاحب کو موقع دیں۔مسٹر انور صاحب۔

Senator Muhammad Enver Baig: Thank you, Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Please keep the time, decided by the House, in mind.

Senator Muhammad Enver Baig: Thank you, Mr. Chairman. Mr. Chairman! first of all, I would like to express our deepest condolences on behalf of Pakistan Peoples Party and on behalf of the House to all the affected victims in this Earthquake on the 8th of October last month.

Sir, in this, I would, first of all, like to compliment all the political parties who have taken an excellent relief work in the affected areas and I think all the political parties of Pakistan have contributed very generously. They are working day and day out for further relief of these victims in the

area. Sir, since the Minister for Defence is in the House, I would like to request him that if he could be kind enough to provide to this House, the list of all the Army personnel who lost their lives in this earthquake so that we, on behalf of the Senate of Pakistan, write condolence letters to all those *Jawans* and the Army officers who lost their lives in this earthquake. I would also like to salute the Pakistanis for contributing very generously to this earthquake, all the overseas Pakistanis and all the NGO's operating in Pakistan and who are here for this relief work.

Sir, what have we been reading in the newspapers after the 8th of October that the relief operation was delayed for three days in the affected areas and relief work did not start in the relief areas untill 11th, 12th of October. Sir, in this connection, I would like to draw your kind attention that as the House probably knows that in Azad Kashmir the communication network is totally controlled by the Pakistan Army and there were and there are no cellular companies operating there and there is no PTCL operating in that area. What has happened is that this delay of three days in the relief, I feel Mr. Chairman that unfortunately the Pakistan Army probably does not have a second line of communication in Azad Kashmir and I think, it is because of this communication gap for three days, they were unable to communicate to the people of Pakistan. The kind of disaster which has taken place. And I think the Ministry of Defence or the Minister of Defence, if he could after we all finish our speeches, may kindly throw some light on this communication network or prior to this earthquake in these areas, specially the Azad Kashmir.

Now, the most important thing after the earthquake is the rehabilitation and the relief of these victims. What have we seen over the past weeks that a general plan has been made and... Sir, can I have some order in the House?.

Mr. Chairman: Please, let us here our honourable colleague.

Senator Muhammad Enver Baig: What have we seen in the past weeks that the plan which was unfolded at the Donors Conference two days ago, at least in the Senate it was not presented, was not discussed and I don't think, it was discussed in the National Assembly and neither it was discussed at any Cabinet meeting. All my colleagues, be that on the Treasury or the Opposition, in both Houses of Parliament were absolutely unaware untill the day, it was unfolded by Mr. Musharraf at this Donors Conference. Sir, the point is if the elected people of this House and the lower House are not consulted on such important vital issues then why are we sitting here, spending comments, money, paying salaries and the daily allowances which is absolutely total waste of Government expenditure and tax payer's money? So, I think sir, it is of a prime importance for all the elected Parliamentarians, the MNAs or Senators, I think, there is need to emphasize on the military leadership that please involve the political leadership of this country in all affairs in particular this rehabilitation and relief measures in the earthquake areas. Sir, the most surprising part is, I mean if the Army feels that we politicians are corrupt, fair enough, it's their perception. Mr. Chairman, but I am

surprised that it's only confined to the Military personnel, the Army personnel. Did Mr. Musharraf find a single Airforce Officer or a Naval Officer, who is honest enough to run this or to be a member of this Commission at that highest level? Sir, it is a matter of shame and disgrace for all of us that there is absolutely no confidence, leave alone the Opposition members but even the Treasury benches, even the PML President probably was not taken into confidence as to what Mr. Musharraf is going to unfold on Saturday.

Another important thing which I would like to mention Mr. Chairman is that we do not have any immediate seismic information on earthquakes. We are to depend on this international foreign source to locate epic centre of this earthquake. Sir, I think we are spending enough money on defence and other areas, I think it is a prime importance that after this earthquake we put in a lot of money in this area, where we could at least have some indication on earthquake for whatever the technology or the best technology available in the world, we should avail and buy, no matter whatever it costs. Even if we have to cut some portion of the Defence Budget. Sir, the life of human being is more important than anything else.

Another thing I would like to touch upon is Mr. Chairman, there was a report in the local news paper that the Civil Aviation Authority is in possession of over 50 Thermal Cameras. Thermal Cameras are used when the building has fallen down, to check if there is human life still living under that rubble, but sir, unfortunately we have to depend on the

foreigners who came in for this relief and they brought in these Thermal Cameras and I would like the honourable Minister for Defence to please make a comment after the speeches are over, as to why the CAA did not bring in those Thermal Cameras for relief of these victims. I just like to add , the foreigners who came in, they had brought four Thermal Cameras and they saved 600 lives in Muzafferabad. Six hundered lives were saved by those four cameras and the CAA are in possession of over 50 cameras with them and I would like to have an explanation from the honourable Minister for Defence to please tell this nation, why they were not used in this earthquake.

Sir, on Eid day I had the opportunity of visiting Balakot and that was the 23rd day of the earthquake hit day. I was absolutely shocked, even on the 23rd day there was not a single earth moving equipment in Balakot. The local residents said and everybody complained that for one week, for one whole week that they could hear the voices of people under the rubbles and they were absolutely unable to take them out. And similar is the case with Muzafferabad, not a single earth moving equipment reached on the site and even till today, the rubbles remain the same and they have not been moved at all from those areas. Then Sir, there was a report again in the news paper that one honourable Minister for Education , General Qazi sahib, probably he made a statement that it is not the job of the Army to make preparation for this disaster, in fact they don't have any plan. Sir, what is the Army for? I mean the Army is there or the Defence Forces are there to safeguard the interest, the life, the property of the

people of Pakistan, be there in war or peace time. Sir, it is not the job of the Defence Forces or the Army to take over and over throw elected governments. The Army is there to help these people in hour of need and I am sorry to totally disagree with the honourable Minister when he said that it is not the job of the Army. What did the US Army in the United States when they got that Katrina few months ago? So, they were there to help them and they had a plan. So, sir, it is the time that our Defence Forces learn a lesson from this earthquake and for God's sake, have a plan ready so that God forbid if we have any kind of natural disaster there should be plans that could be implemented straight away.

جناب چیئرمین، بیگ صاحب! وقت کا خیال رکھیئے گا۔

Senator Muhammad Enver Baig: Yes sir. Sir, Shaheed Zulfiqar Ali Bhuto in the 1970s decided to give a deterrent to this country for one simple reason that the country could be safeguarded from the enemy and No. 2, that all the amount spend on conventional weapon be transferred to social sector. But sir, unfortunately ever since we aquired the nuclear technology, the Defence budget unfortunately has not got down at all. Again sir, it was reported in todays newpapers in fact I did mention this few months ago that was on the 10th of June on the floor of the House that two planes were being bought at the cost of 25 million dollars each for the Prime Minister and the President. And this thing is again reported in todays "News" the cost of two planes. Sir, I think, after this earthquake, I think the Military Authority for God's sake please look

into the problems of the people of Pakistan. We don't need these Aircrafts , we don't need these bullet proof cars for the Ministers and other VIPs, we don't need these F-16s at the moment, we don't need these such things at the moment. Sir, for God's sake please these should be cancelled. Please put all the money to the relief of these victims. Sir, we all know it, this is the worst disaster, mankind could ever see in the last century. It is absolutely, it is so painful Mr. Chairman, that believe me even if we give an entire budget to this relief victim, we have not done enough. So, please curtail your expenditures, do some austerity, help the poor people of this country. People in those areas, Mr. Chairman! you know it, they are very very poor. So much so, I would like to give you some prices of the daily commodities which are being sold in those areas. Mr. Chairman, Sugar is being sold at Rs 80 per kg, Salt at Rs. 25 per kg and the Cooking Oil is Rs. 120 for half a Kg. So, where are the Government Inspectors? Why are not they checking? Who are the black marketeers making this money? Not a single man in the entire territory of Pakistan from Karachi to Peshawar has been arrested for any black marketing rates during Ramdan and after this earthquake, not one. So much so, sir,

کفن کا کپڑا بھی نہیں مل رہا تھا۔

which everybody aware of this. So, I think, the Government has totally failed in controlling all these black marketeers which are still making a lot of money in this country.

Mr. Chairman: Baig sahib, try to conclude it.

Senator Muhammad Enver Biag: Mr. Chairman! we have seen that the donors have pledged 5.9 billion dollar. We are grateful to all the donors who have contributed but sir, at the same time 4 billion dollar which everybody knows, is in shape of loan. So, we already have 35 billion on our head. Sir, how can we again take this burden on our head. We have not got them in grants. The grant is 1.9 and out of 1.9, some is in cash, some is in time and some is in hospitals and schools. So, I think, it is a very serious business and I think that we have 12 billion dollar in our kitty, I think it is time that we take out some money out of that kittey and give it to these poor people of Azad Kashmir. I would also like to emphasize Mr. Chairman! that the Zakat Money which has been collected by the Government in this Ramadan, we have just handed over to you few weeks ago and I would appeal to the Government that all the Zakat Money which has been collected this year, should go to the earthquake victims. I would appreciate if the Minister for Religious Affairs, would kindly come in and make a statement on the floor of the House as what is the amount collected, at least we should know, what is the collected amount. Whether that has been sent to the earthquake victims, that we will see in the list and we should have the figures before the House that what are the figures which have been collected.

Sir, you must have seen in today's newspapers that even the European Union have asked for the transparency of the accounts. So much so, one NGO has also made a statement that 4 billions is an other

burden on Pakistan's 35 billion debt. Sir, I think, it is the time that the Government should realize that the International Community wants transparency and I would again appeal that they should withdraw the notification which the Prime Minister issued on 31st October whereby barring the acounts to be challenged in the courts of Law or by the Parliament. Sir, it has to be transparent. Otherwise, I am sorry Mr. Chairman! we are not going to get any of the pledged money which the donors have announced. We have to be very very transparent as far as the accounts are concerned.

Mr. Chairman: Please try to conclude.

Senator Muhammad Enver Baig: Yes sir, Sir, I would like to make a very important statement here sir. Since the last two National Budgets what we have noticed that the Pension Fund of the retired army personnel which was the part of the defence budget has been transferred to the Civilian Budget and sir, that amount is 30 billion rupees. Sir, why it has been transferred to the Civilian Budget? When the Defence Budget is there and ever since the independence of Pakistan, it has alway been going from the Defence Budget. Sir, this money has sent back to the Defence Budget and this 30 billion rupees access money in the Civilian Budget should be transferred to the earthquake-hit area's victims. So, it is a prime importance that this 30 billion rupees of the Defence Budget from the Civilian side should be deducted from the Defence Budget. Sir, it is a work of prime importance.

جناب چیئرمین، بیگ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

Senator Muhammad Enver Baig: Sir, finally I would like to pray Almighty Allah to give us strength to bear this great loss of our nation and I can only pray that present rulers pay honour to the poor people of this country, give them relief in housing, education and what they need and we do not want that any of the donor country should come and put a blame on this nation that this nation is corrupt and has not given the victims money. Please, this is our last chance to prove to the world that we are a nation of honour and dignity. Thank you, Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Mr. Zahid Hamid, you wanted to make a statement under Rule 238.

Mr. Zahid Hamid (Minister of State for Defence): Sir, since some comments have been made by the honourable Senator based on misleading and inaccurate hearsay which has been published in a daily today. I think it is necessary to state the correct facts relating to the purchase of the Aircrafts, so that any misconception in the matter can be removed. The correct facts Mr. Chairman! are that the Pakistan Air Force maintains a pool of Aircrafts which are made available for use of VVIPs and also high ranking foreign dignitaries who may be visiting Pakistan at any time. At the moment this VVIP aircraft fleet consists of two aircrafts. The first is a Falcon DA 20, which was purchased in 1972 i.e. more than 33 years ago by the Government of Mr. Bhutto and that has been used for

long haul travels for all these years. However, it has now outlived its useful life and the Pakistan Air Force has assessed its present position as poor, its reliability has been graded as poor because of the non-availability of spare parts and it is seldom available for VIP use. Therefore, the replacement of this particular aircraft has been overdue for quite some time. The second aircraft is a Boeing 707, which was manufactured in the year 1968 i.e. 37 years ago and this has a long history of maintenance problems. In fact one of its engine caught fire during a flight in Australia, it had to make an emergency landing, it has been decommissioned for VVIP use since the year 2000 and in fact it is now permanently grounded. Therefore, a decision was taken for more than a year ago to replace these aircrafts after completing the requisite procurement process, it has been decided to purchase a used Gulf Stream Aircraft for the time being. This is of course, going to be used for short haul travel only. Therefore, no decision has yet been taken regarding the long haul aircraft the possibility of obtaining a used aircraft for this purpose is still being explored. I just thaught I would like to clarify this position to place it on record. Thank you sir.

Senator Mian Raza Rabbani (Leader of the Opposition): I would not at this stage go into the merit or demerit of whether the office of the Prime Minister and particularly of a developing country needs a fleet of two aircrafts or not and it was pointed out by the honourable Minister of State for Defence that an aircraft was purchased during the

tenure of Shaheed Bhutto. But it is also a fact that the replacement of that aircraft and I would stand to correction, is due in December. It is also a matter of record or so it has been reported that a team of aviation experts would be leaving in the next couple of weeks or a month to evaluate the purchase of a larger aircraft but as I have said that I would not go into the merits or demerits of purchasing an aircraft but I think what has to be looked at is the priority that if at a time when the country has faced the biggest natural disaster, if at a time when we have concluded a Donors Conference and we have asked the world a dole out so that we could commence with the task of reconstruction whether it is a matter of priority, whether it is required or not is another matter but whether it is a matter of priority that in this hour of national devastation the Prime Minister of a developing country should be going to purchase two aircrafts at this time, the timing of both is quite paradoxical.

جناب چیئرمین، انیسہ زیب طاہر خیلی صاحبہ۔ نہیں کوئی speech نہیں، بس ایک statement ہو گئی ہے، اس وقت اس پر discussion نہیں ہو رہی، پھر branch off ہو جاتے ہیں بات رہ جاتی ہے۔ آپ کو rules کے تحت۔

جناب چیئرمین، انیسہ زیب طاہر خیلی صاحبہ۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین، نہیں۔ کوئی speech نہیں۔ تشریف رکھیں۔ rule کے تحت اس نکتے پر کوئی statement نہیں ہوتی۔ تشریف رکھیں۔ جی انیسہ زیب صاحبہ۔

(مداخلت)

سینیٹر وسیم سجاد (قائد ایوان)، جناب والا، Sir, this is statement regarding

Rule 238 اس کے بعد debate نہیں ہوتی۔

جناب چیئرمین، بالکل نہیں ہوتا، بالکل صحیح ہے ۔

سینیٹر وسیم سجاد، Rule 238 پر debate نہیں ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔ تشریف رکھیئے ۔ جو تقاریر چل رہی ہیں اسی پر چلیں ۔ تشریف رکھیں ۔ جی انیسہ زیب صاحبہ۔

(مداخلت)

سینیٹر انیسہ زیب طاہر خیلی (وزیر مملکت برائے اطلاعات و نشریات)، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! بہت بہت شکریہ۔ آپ نے مجھے بہت اہم موضوع پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا ۔

جناب عالی! اس موضوع پر گزشتہ کئی روز سے بہت detail سے بحث ہو رہی ہے۔ ہمارے دونوں اطراف کے ممبران نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ۔ ایک ایسی natural calamity جس کی مثال اس پوری پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔ جس میں ہزاروں جانیں اور لاکھوں افراد کا نقصان ہوا۔ لیکن اب قدرت کی طرف سے جو سانحہ ہوا تقریباً تیس ہزار مربع کلومیٹر کے علاقے میں جہاں پر نو اضلاع اور پچیس تحصیلیں بری طرح براہ راست متاثر ہوئیں ۔ ۸ ا کتوبر اس لحاظ سے تاریخ میں ایک ایسا دن ہوگا جسے کبھی اس دور کے زندہ رہنے والے اور آنے والے بھی بھول نہیں سکیں گے------

(اس مرحلے پر ایوان میں اذانِ مغرب کی آواز سنائی دی)

Mr. Chairman: Do you want to continue your speech after the prayer or you want to finish now.

سینیٹر انیسہ زیب طاہر خیلی، نماز کے بعد۔

Mr. Chairman: So, we will adjourn for the *Maghrib* prayer and will meet again at 5.35 p.m.

(The House was adjourned for Maghrib prayer to meet again at 5.35 p.m.)

(نماز مغرب کے بعد اجلاس کی کارروائی زیر صدارت چیئرمین جناب محمد میاں
سومرو دوبارہ شروع ہوئی)

Mr. Chairman: Miss Anisa Zeb Tahir Khaili, please continue.

سینیٹر انیسہ زیب طاہر خیلی، شکریہ جناب چیئرمین۔ میں نے اپنی تقریر کے شروع میں جو حالت زار بیان کی اس میں 9 اضلاع، 25 تحصیلیں اور تقریباً 4 ہزار دیہات ہیں جو کہ اس سانحے سے بُری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ یہ تمام صورتحال almost ہمارے جتنے بھی speakers ہیں انہوں نے بیان کی ہے۔ میرا خیال ہے مجھے وقت بچا کر ایوان کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کروانی چاہیے کہ وہ نکات جو کہ کئی معزز اراکین نے گورنمنٹ پر نکتہ چینی کے حوالے سے اٹھائے ان points کو اگر صحیح زاویہ سے دیکھا دیا جائے تو شاید بہت سے مقررین کی جو misconceptionsہیں وہ شاید بدل جائیں۔ جناب عالیٰ! Leader of the Opposition نے ایک جگہ بین الاقوامی ایجنسی NATO کے حوالے سے کہا کہ برلن کا اس موجودہ واقعہ سے comparisonنہیں ہے، there is no comparison تو اس بات کو فی الحقیقت اگر ہم اسے تنقیدی حوالے سے دیکھیں تو واقعی انسان کو لگتا ہے کہ شاید تنقید کی گئی ہے یا اس سانحے کو اس سے مطابقت نہیں دی جا رہی۔ حالانکہ حقیقت میں دیکھیں تو یہ بات صحیح ہے، there is no comparison، کئی سال کے جنگ و جدل کے بعد اگر کوئی ایسی حالت نمودار ہوتی ہے تو اس کے لیے ذہنی طور پر تمام عوام الناس تیار ہوتے ہیں، ہمارے ممالک تیار ہوتے ہیں، stake holders تیار ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سانحہ جو 8 اکتوبر صبح 8 بج کر 52 منٹ 13 سیکنڈ پر آیا، اس سانحے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں تھا۔ اگر ہم دیکھیں کہ اس وقت مملکت کی مشینیری equip ہوئی اور جس emergency میں جتنے بڑے حوالے سے سانحہ ہوا تو 709 زخمی یہاں اسلام آباد کے ہسپتالوں میں تھے اور حکومت کی تمام جو facility تھی وہ مشینری فوری طور پر حرکت میں آ گئی جبکہ جہاں پر یہ سانحہ ہوا وہاں کی ground reality یہ ہے کہ وہاں infrastructure، گورنمنٹ مشینری، وہاں پر جتنی communication net working تھی، سب کچھ تباہ ہو گئی تھی لیکن اس کے باوجود فوری طور پر مشینری mobilize ہوئی، ایک birgade فوراً اگلے دو دن کے اندر اندر

دو ڈویژن تقریباً 40 ہزار troops mobilize کئے گئے اور وہاں سے پہلے دن 709 زخمی ہسپتالوں تک بھی پہنچ گئے جبکہ inclement weather یعنی اس کے ساتھ ہی اس تمام area میں بارش کا سلسلہ شام تک شروع ہو چکا تھا۔ ایسے حالات میں حکومت کی جو اپنی دسترس ہے اور جو صوبائی یا Government of AJKکے سطح پر relief commissions ہیں وہاں پر تو ان کے لیے ground پر کوئی جگہ تھی ہی نہیں کہ وہ فوری طور پر حرکت میں آئے۔

اس کے بعد سے حکومت نے جو ادارے فوری طور پر وجود میں لائے، ان میں سب سے پہلے Federal Relief Commission ، ایک ایسا ادارہ جو مکمل طور پر نیا ادارہ اور اس نے coordination کا تمام کام کیا۔ اس سے پہلے آپ جانتے ہیں۔ ہمارے تمام معزز اراکین جہاں تک جانتے ہیں کہ اس سے پہلے Cabinet Division میں ایک ایمرجنسی ریلیف سیل ہوا کرتا تھا جو ایمرجنسی کے وقت کام کرتا ہے۔ اس وقت جو ان کے پاس سامان پڑا تھا تقریباً ۲۳، ۲۴ ٹرک ان کو بھی انہوں نے فوری طور پر وہاں روانہ کرنے کی کوشش کی لیکن راستے بند تھے اور موسم خراب ہو گیا تو اس میں ضرور خلل پڑا لیکن جیسے ہی یہ تمام چیزیں operationalize ہوئیں۔ آپ نے دیکھا کہ جب موسم ٹھیک ہوا۔ پھر سب سے بڑی بات کہ اس ملک نے، اس قوم نے جس طرح بہت سے مقررین نے کہا کہ قوم نے ایک زندہ قوم ہونے کا ثبوت دیا اور تمام قوم حرکت میں آ گئی۔ جیسے ہی قوم اس shock سے نکلی تو وہ حرکت میں آ گئی۔ جس طرح ہم نے دیکھا کہ اسلام آباد میں بھی اور پھر ہر جگہ سے اور کراچی سے لے کر خیبر تک تمام لوگ خود وہاں پر پہنچے لیکن غیر مربوط طریقے سے، ہر ایک نے اپنے طریقے سے جو کچھ وہ کرنا چاہ رہا تھا، وہ کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

آج صورتحال مختلف ہے۔ اب ۵ ہفتے سے زیادہ کی مدت گزر گئی ہے۔ ہمارے پاس شکر ہے الحمدللہ

Federal Relief Commission, Earthquake Rehabilitation and Reconstruction Authority, National Volunteers Movement, President Relief Fund ·

آشیانہ کے نام سے women and orphans بھی موجود ہے۔ Hospitals کے اندر serious patients کا فوری علاج کرکے اب ان کا مکمل علاج بخوبی ہو رہا ہے۔ وہاں پر جو main issue

بن گیا ہے اور جس کو تمام ممبران نے point out بھی کیا کہ وہاں پر tents کی provision ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس معاملے میں تمام ایوان آج باخبر ہوگا کہ ۱۹ نومبر کو ۵ لاکھ tents کی distribution complete ہوگئی۔ اس کے علاوہ بھی دو لاکھ مزید tents آنے والے وقت میں distribute کئے جائیں گے تاکہ کوئی بھی خاندان یا کوئی گھرانہ محروم نہ رہے۔ وہاں پر جو سخت سردی آنے والی ہے یا برف باری شروع ہونے والی ہے، اس کے آنے سے پہلے پہلے وہاں پر بغیر چھت کے کوئی گھرانہ نہ ہو۔ یہ temporary measures نے چلنا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ شکر ہے الحمدللہ بہت سے ایسے اندیشے تھے جو غلط ثابت ہوئے اور پاکستان جو ایک ایسا ملک ہے جس نے مختصر وقت میں اس بات کو منوا لیا ہے کہ وہ ایک responsible اور ایک اہم ملک ہے۔ ایک اچھی اور آزاد خارجہ پالیسی کے تحت دنیا کے ساتھ اور اقوام عالم میں ایک اہم ملک کی حیثیت رکھتا ہے جس کے متعلق دنیا فکر کر رہی ہے۔ اس فکر کا مظاہرہ باوجود اس کے کہ کہا جاتا رہا کہ donors کے estimates کم ہیں اور حکومت پاکستان اس کا تین گنا زیادہ estimate کرتی ہے۔ یہ بات اب ثابت ہوگئی کہ حکومت پاکستان کے estimate کو دنیا نے مانا۔ وہ figures جو کہ حکومت نے دی ہیں اس سے بھی زیادہ لوگوں نے pledges کی ہیں اور وہ رقوم کے ساتھ پاکستان آئے اور پاکستان کو support کیا۔ آج 5.827 billion dollars کے pledges ہیں اور جب کہ کئی ایسے ممالک ہیں جو مزید دینے کا سوچ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم اپنی حکومتوں کے ساتھ مشورہ کرکے اپنی assessment کے مطابق امداد دیں گے تو انشاء اللہ امید یہ ہے کہ یہ figure آگے بڑھے گی اور hopefully 7 billion کو بھی cross کرے گی۔ اس میں اب نکتہ چینی اس point سے اٹھانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ ان میں سے تو اکثر قرضے ہیں۔ بالکل جی قرضے ہیں۔ یہی طریقہ کار دیگر جن کے ساتھ ہم اپنے آپ کو comparison کرتے ہیں۔ سونامی کا واقعہ ہے، Katrina ہے یا دیگر دنیا میں اس وقت اکٹھے ہونے۔ وہی idea ہے اور انہی terms کے مطابق loans ہیں۔ یہ امداد انتہائی نرم شرائط پر دی گئی ہے، یہاں تک کہ یہ loans لمبے عرصے پر محیط ہیں جو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ حکومت پاکستان کے لیے ایک اضافی support مہیا کرتے ہیں۔ اس سے ہمارے یہاں کے نظام جیسے کہ PSDP ہے یا مالیاتی نظم و نسق ہے، پر کوئی بوجھ بھی نہیں ہے۔ جناب والا! دنیا کی

طرف سے ہمیں جو رقوم فراہم کی جا رہی ہیں، اس سے ایک چیز نظر آ رہی ہے کہ International Community stand engaged with Pakistan on long term basis. آج آپ اس کو خدا کی ذات کا کرم سمجھیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ موجودہ حکومت اور خاص طور پر صدر مملکت جنرل پرویز مشرف کی ذاتی popularity جو دنیا بھر میں ہے، کو بھی سامنے رکھنا چاہئیے اور وزیر اعظم پاکستان کا جو aeumen اور جو ان کی economic management ہے اور ان کے جو اپنے individual contacts ہیں، ان کو بھی ہمیں acknowledge کرنا ہوگا۔ جناب والا! ان دونوں راہنماؤں نے ہر ملک کے head کے ساتھ خود بات کی ہے اور پھر ہر ملک کی relief agencies کے ساتھ ذاتی طور پر رابطے قائم کئے اور اس بات کی طرف انہوں نے توجہ مبذول کرائی جس کی وجہ سے شکر الحمدللہ donors conference انتہائی کامیاب رہی Mr. Chairman! now we have fully geared up, the new era is now ready to come. ان کے plans almost تیار ہیں۔ آپ نے concrete plan دیکھے، وہ سب on the table ہیں جو کہ بہت ضروری ہیں اور انتہائی اہمیت کے حامل ہیں کہ آپ کے پاس ایک مکمل منصوبہ بندی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس لیے قائم کردہ ادارہ بالکل نیا ادارہ ہے اور اس کو equipped کرنے کے لیے اصولاً وقت لینا چاہئیے تھا لیکن چونکہ اس کی ذمہ داری جنرل زبیر پر ہے جو پاکستان کے Engineer-in-Chief رہے ہیں۔ ان کی پاکستان کے لیے بہت خدمات ہیں۔ آپ نے سکھر بیراج کے حوالے سے ان کی قابلیت دیکھی ہوئی ہے۔ آج ان کی بدولت اس پروگرام کو کم سے کم time میں نہ صرف عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے بلکہ ان کو gear up کرکے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ البتہ میں یہاں یہ ضرور کہنا چاہوں گی اور جب بھی موقع ملا، یہ suggestion بھی دوں گی کہ یہ اس earthquake ادارے کو میرا خیال ہے کہ Emergency Relief Rehabilitation and Reconstruction Authority کا نام دینا چاہئیے تاکہ یہ صرف زلزلہ کے حوالے سے نہیں بلکہ یہ ایک ایسا ادارہ ہو جو national level کی تمام emergencies کو tackle کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اور اسے اس لحاظ سے تیار کرنا ہوگا جس کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ اپنی پوری commitment نبھائے گا اور یہ جو پیسہ آیا ہے، اس کو انتہائی transparency کے ساتھ، انتہائی شفاف طریقے کے ساتھ جس کے لیے ایک طریقہ کار

واضح کر دیا گیاہے اور وہ طریقہ کار کیا ہے کہ آپ اس کا international auditors کے ذریعے اور Auditor General of Pakistan کے ذریعہ سے کیا گیا audit ملاحظہ کر سکیں گے۔ اس کے علاوہ بھی ایک Eminent People Committee مقرر کی گئی ہے، یہ کمیٹی بھی اسے monitor کرے گی۔ local level پر جو Emergency Relief Committee ہے، اس میں منتخب نمائندے، local government کے نمائندے، پاک فوج کے نمائندے اور administration کے نمائندے اسے مل کر دیکھیں گے۔

میں سمجھتی ہوں کہ ہماری اپوزیشن کے بعض نمائندوں نے ان سب اقدامات کے باوجود کچھ شکوک و شبہات کا اظہار کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں تو یہ بھی کہتی ہوں کہ ہمیں International Transparencey ادارے کو بھی کہنا چاہیئے کہ وہ بھی اسے monitor کرے۔ اس کی ہر چیز website پر دی جائے گی تاکہ ہر کوئی اس چیز کو دیکھے اور ان رقوم کے متعلق اپنے آپ کو باخبر رکھے اور اگر آپ کو کہیں شک ہو تو فوری طور پر اسے عوام کے notice میں لائیں۔

جناب والا! کئی دفعہ اس بات پر بات ہوتی ہے کہ Parliament has been rendered futile. یہ ایک point ہے جس پر دل خفا بھی ہوتا ہے اور افسوس بھی ہوتاہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اس calamity میں بجائے ایسے نکات اٹھانے کے، I think every Parliamentarian can show concern. وزیر اعظم پاکستان نے پارلیمنٹری کمیٹی کے سلسلے میں اپوزیشن کو offer کیا ہے تا کہ پارلیمنٹری کمیٹی اس کو supervise کرے۔ ویسے بھی Parliamentary Committees are fully empowered وہ ان چیزوں کے متعلق ہر وقت دیکھ سکتی ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ پارلیمنٹ کے ہر ممبر نے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور وہاں کی حالت زار دیکھی، جب ہم عوام میں کئی بار یہ بات کہہ چکے ہیں کہ ہم سیاسی حیثیت سے عوام یا حکومت کی مدد نہیں کر رہے تو پھر اس بات پر قائم بھی رہا جائے۔ پھر چھوٹے چھوٹے issues کو bone of contention بنانے کی بجائے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ وہ لوگ جو اس وقت دربدر ہیں، جو ستم ظریفی کا شکار ہیں، آج ہم لوگ اپنی انا، اپنی acumen کو ثابت کرنے کی خاطر، اس کو مزید delay کرنے کا سبب نہ بنیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اپوزیشن کو

Donors Conference میں بھی شرکت کرنی چاہئے تھی تا کہ دنیا کو یہ message دیا جاتا کہ ہم سب لوگ اکٹھے ہیں' یہ ایک ایسی calamity ہے' ایسا loss ہے جو کہ پاکستان کی ہی نہیں بلکہ دنیا کی خوبصورت ترین وادیوں میں آیا' جو پاکستان کی شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہیں' پاکستان کے جان و قلب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس علاقے کے لوگوں کو سیاست سے غرض نہیں ہے۔ اس وقت ہر ممبر وہاں جا کر relief work کر رہا ہے' ہزاروں' لاکھوں volunteers وہاں جا رہے ہیں۔ آج محمد علی درانی صاحب کی سربراہی میں National Volunteers Movement, gear up ہو رہی ہے اور مل کر پاکستان کے جتنے ادارے volunteerism کا کام کر رہے ہیں' چاہے وہ Boy Scouts, Girl Guides, National Commission on Human Development and Youth Affairs Division ہے اور پاکستان اور باہر سے آئے ہوئے تمام volunteers جن میں ڈاکٹر' انجینئر' الیکٹریشن' میسن اور کارپنٹر ہیں ان کو یہاں اکٹھا کر کے اور short term training دے کر فوری طور پر ان علاقوں میں depute کریں گے جو افواج پاکستان کے ساتھ مل کر relief and reconstruction کا کام کریں گے۔

جناب چیئرمین! ہم سب جانتے ہیں حکومت نے جو target رکھا ہے انشاء اللہ اس کے مطابق ہماری یہ کوشش ہے کہ جو compensation یا پیسہ ہے وہ تمام ان لوگوں کو مل جائے اور وہ اپنی چھت کے نیچے' اپنے شیلٹرز میں ہوں اور ان tentage villages میں تعلیم' صحت' صاف پانی کے ساتھ ان کے لیے جو relief measures already, دوائیوں اور food کے' چل رہے ہیں وہ بھی جاری رہیں۔

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیے۔

سینیٹر انیسہ زیب طاہر خیلی، جناب عالی! مجھے کتنا وقت اور ملے گا؟

جناب چیئرمین، وقت تو ختم ہو گیا۔

سینیٹر انیسہ زیب طاہر خیلی، پھر اگر آپ کہتے ہیں' میرا تو-----

جناب چیئرمین، دو تین منٹ آپ اور لے لیں۔

سینیٹر انیسہ زیب طاہر خیلی، اچھا thank you. میں Parliamentary Leader

بھی ہوں اس لحاظ سے بھی میں زیادہ وقت دے سکتی ہوں۔ اس وقت ہمیں دیکھنا ہے کہ ہر ممبر اس چیز سے بالاتر ہوکر خود جائے اور monitoring کا کام کرے۔ ہم official assignment نہ ہونے کے باوجود ہر گاؤں میں جاسکتے ہیں اور وہاں کے لوگوں کے ساتھ مل سکتے ہیں اور forward bases پر بھی check رکھ سکتے ہیں، اس وقت ہمیں کسی power یا کسی خاص authority کی ضرورت نہیں ہے۔ Parliamentarians are always in power. آج جناب رحمت اللہ کاکڑ اور لیاقت بنگزئی صاحب مظفرآباد گئے، انہوں نے ریڈیو اور ٹی وی مراکز کا دورہ بھی کیا، وہاں کے مسائل بھی سنے اور بہت سی تجاویز دیں جو مجھے فوری طور پر forward ہوئیں۔ میں ان کو appreciate کرتی ہوں کہ انہوں نے اپنا concern دکھایا ہے۔ اسی طرح جو بھی پارٹی ہے وہ اس بات کو چھوڑے کہ وہ لوگوں میں سیاست کے حوالے سے اپنی presence دکھائے، اس وقت practical measures کی ضرورت ہے۔ اگر آپ سب وہ جذبہ رکھتے ہیں تو بہت اچھا۔ آپ لوگوں کو کسی قسم کی assignment کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سب کے ساتھ بغیر علاقے کے حوالے سے کام کریں گے۔

جناب عالی! صرف میڈیا کے حوالے سے چند نکات آپ کو بتا دوں۔ media نے اس پورے سانحے میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔ اس disaster کا جو magnitude ہے وہ زیادہ تر media projection کی وجہ سے دنیا تک پہنچا اور اس سے ان کو یہ بھی اندازہ ہوا کیونکہ live coverage ممکن ہوسکی۔ پاکستان ٹیلی وژن نے اپنا تمام نظام قائم کیا، حالانکہ وہاں پر ہمارا ٹیلی وژن اور ریڈیو سٹیشن مکمل طور پر تباہ ہوگئے تھے لیکن ہم نے direct news gathering system کو جو ہمارا نیا mini satellite system ہے اس کو ہم نے equip کرکے وہاں سے یہ portray کیا I am grateful, میں یہاں پر ضرور International Media ہے اس کی support کے حوالے سے بھی، اپنے National Media نے تو اب تک کافی کام کیا ہے اور یہ جاری ہے، لیکن International Media کے حوالے سے میں یہ امید کروں گی کہ وہ اس سانحے سے اپنا focus ختم نہیں کریں گے۔ چونکہ یہ focus اس وقت وہاں کے لوگوں کو reconstruction and rehabilitation کے phase میں چاہیے ہوگا۔ ہم نے اس سارے عرصے میں open door policy رکھی۔ نو سو سے زیادہ جرنلسٹ اس وقت ملک میں آئے اور

انہوں نے media coverage کی۔ جس میں ہم نے ان کو اپنی پالیسی کے مطابق equipment لانے کی، visa ائرپورٹ پر دلوانے کی ' اور اس کے علاوہ ان کو chopper یا دیگر سہولیات مہیا کرنے کے انتظامات کرنے کے حوالے سے خدمات کیں ۔ اور ان کو access provide کی information کی اپنی leadership تک بھی اور ان علاقوں تک بھی مہیا کیں تاکہ وہ اپنا کام بغیر کسی رکاوٹ اور تردد کے کریں ۔

اس کے علاوہ ہم نے ان کے لیے interviews بھی set up کئے اور مجھے یقین ہے کہ اب جو donor agencies نے ' دنیا بھر کے ممالک نے pledges کئے ہیں ۔ میڈیا اپنا یہ role آگے بھی ادا کرتا رہے گا ۔ تاکہ عوام الناس کے جو بھی مسائل ہیں یا جو بھی progress ہو رہی ہے ان کو کم سے کم وقت میں وہاں تک پہنچائے ۔ میں خاص طور پر International Media کے اس gesture پر کہ انہوں نے اس کو the worst nightmare declare کیا ان کا شکریہ ادا کروں گی کہ پاکستان کو انہوں نے اتنا focus کیا۔ And I hope that they will continue supporting and bringing this area into focus تاکہ ہمارا جو آئندہ کا ہمارا reconstruction and rehabilitation تک کا جو مرحلہ ہے وہ بخیر و عافیت پورا ہو گا۔

جناب! یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ یہ بلجیم اور ہالینڈ جو ملک ہیں ان کے برابر کے علاقے ہیں جو اس سانحے سے تباہ ہوئے ہیں۔ آج ان کی مدد کے لیے ہم سب کو اپنی ذاتی ' سیاسی سوچوں سے بالاتر ہونا ہوگا ۔ ہم جانتے ہیں کہ ہماری سیاسی پارٹیوں نے بہت زیادہ کام بھی کیا ہے اور خاص طور پر میں ایم کیو ایم کو بہت زیادہ appreciate کروں گی جن کی خدمت خلق فاؤنڈیشن ابھی تک وہاں پر relief and rescue کا کام کر رہی ہے۔ الخدمت والوں نے ابھی وہاں پر اپنا کام اور presence show کی ہے ۔ لیکن انہوں نے اب اس چیز کو ایک مختصر یا محدود علاقوں تک محدود کیا ہے ۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ اس کو تمام ایریا تک لے کر جائیں اور خاص طور اب تک متاثرہ علاقے ہیں جہاں تک ہماری رسائی نہیں ہوسکی جس طرح سرن ویلی اور پونچھ ویلی ہے اس میں اوگی کا علاقہ بھی شامل ہے ۔ جہاں پر مظفرآباد ' بالاکوٹ یا بٹگرام کی طرح کا کوئی focus نہیں ہوا۔ ان علاقوں کی طرف بھی توجہ دیں گے۔

سینیٹ کی ریلیف کمیٹی نے بھی بہت زیادہ اس پر کام کیا۔ Mr.Chairman. I

must appreciate your efforts کہ آپ باہر ملک میں donor conference میں بھی ، اور دیگر responsibilities میں رہنے کے باوجود ، آپ ہر منٹ اپنے آپ کو inform رکھتے رہے۔ اور جو سینیٹ سے ریلیف گئی ہے اس کی distribution کو آپ نے ensure کیا۔

میں خود اپنی پارٹی اور پاکستان پیپلز پارٹی کے حوالے سے بھی یہ بتاؤں گی کہ ہم نے صوبہ سرحد کے تمام علاقوں میں جو بھی required facilities تھیں چاہے tents or blankets ہیں، کو وہاں پر پہنچایا۔ اور اب بھی ہم ان neglected areas کو focus کر رہے ہیں جس میں یہ ریلیف کا کام نسبتاً کم ہوا ہے اور اب بھی ہم ان neglected areas پر focus کر رہے ہیں جن میں relief کا کام نسبتاً کم ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جتنی بھی outcome آئے گی ہم اس میں ایسی suggestions دیں گے جس سے آخر میں اس relief کا اثر ہوگا، اس سے ان لوگوں کی زندگیوں میں بہترین change لائیں گے باوجود اس کے جس طرح سے Prime Minister نے کہا کہ we have to seek opportunities from this adversity. ہم نے اس غم سے ، اس سانحے سے امید کی نئی کرن پیدا کرنی ہے۔ ہم نے وہ نئی بستیاں آباد کرنی ہیں اور ان کو model طریقے سے آباد کرنا ہے جس کے لیے میں سمجھتی ہوں کہ صحیح کام اب شروع ہوا ہے۔ لہٰذا مجھے امید ہے کہ میرے تمام فاضل ممبران اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔ بہت بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: Mr. Sanaullah Baloch.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں آپ کا مشکور ہوں کہ گزشتہ ایک ہفتے سے مسلسل پاکستان کے زلزلہ زدگان سے متعلق، ان کی صورت حال سے متعلق اراکین سینیٹ کو وقت دینے اور اس پر گفتگو کرنے کا موقع دیا۔

جناب چیئرمین! میں ان شہداء یا جو افراد یا جو معصوم بچے یا جو خواتین اس حادثے میں، اس ہولناک زلزلے میں جاں بحق ہوئے ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں اور خداوند تبارک وتعالٰی سے یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ آنے والے دنوں میں کم از کم ہم جیسے مظلوم و محکوم قوموں کو اس طرح کی آفات سے محفوظ رکھے کیونکہ جس طرح response ہماری welfare

state نے ان زلزلہ زدگان کے حوالے سے دیا ہے یقیناً پاکستان کا ہر شہری سوتے میں، جاگتے میں، چلتے میں، پھرتے میں سانس لینے میں ہر وقت اسی خوف کا شکار ہے کہ اگر ریاست اور ریاست کے اداروں کی صورت حال یہ ہے تو کیا اس طرح کی آفات ہم سب کی جانیں لے سکتی ہیں؟

جناب چیئرمین! 8 اکتوبر 2005ء کا یہ زلزلہ پاکستان کا کوئی پہلا زلزلہ نہیں ہے۔ اسے میں پاکستان کے پانچویں زلزلے سے منسوب کرتا ہوں کیونکہ اس سے قبل جو آنے والے زلزلے تھے ان میں یقیناً انسانی جانوں کا ضیاع اس طرح محسوس نہیں ہوا جس طرح سے ہم نے کیا۔ ہم نے لاشیں تو نہیں اٹھائیں، ہم نے سانس کو، روح کو، جسم سے الگ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن جناب والا! یہاں سے تو 73295 افراد کی ہلاکت کی بات کی جارہی ہے۔

پاکستان میں اس سے قبل آنے والے چار زلزلوں نے کروڑوں انسانی کی زندگیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا اور ان زلزلوں کو اس لیے ہم بے حس انسان محسوس نہیں کر سکتے کہ ہم انسانی زندگی کو صرف روح اور جسم کے تعلق کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ ہم انسان کے کرب کو، انسان کی تکلیف کو، انسان کی مشکلات کو، انسان کے احساسات کو ناپنے کا شعور یا ادراک نہیں رکھتے۔ ہم جیسی بے شعور قوموں پر اس طرح اجتماعی آفات آتی ہیں۔ ہم نے اس خطے میں جو ہمیں ریاست میں، مملکت کی شکل میں ملا ہے اس میں کبھی بھی انسانوں کے احساسات اور جذبات کو ناپنے یا سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہم کو کہا یہ جاتا ہے کہ اپنے انفرادی گناہوں کی معافی مانگیں کہ جی خدا نے ہم پر عذاب اور آفت یا امتحان نازل کر دیا ہے لیکن جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری اجتماعی غلطیوں کا خمیازہ ہے۔ یہ ہماری ایک collective fault تھی۔ اس collective fault کی بدولت یہ collective punishment ہمیں ملی ہے۔ اب اس collective punishment کو آپ کس پیمانے سے ناپتے ہیں۔ آپ اس کو صرف خوراک خوری کے آئینے سے دیکھتے ہیں، پیسے بٹورنے کے آئینہ میں دیکھتے ہیں، ٹی وی پر projection کے آئینے میں دیکھتے ہیں، لوگوں کے دل بہلانے کے آئینے میں دیکھتے ہیں یا مستقلاً کسی معافی کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ depend کرتا ہے اور یہ منحصر ہے ہمارے پر، یہ منحصر ہے ہمارے اربابِ اختیار پر اور اربابِ اقتدار پر۔ جناب والا! بہت سی قوموں پر اس طرح کی آفتیں آئی ہیں۔ ہم کوئی ایک مثال نہیں ہیں کہ ہم اس کے لیے تیار نہیں تھے، جی ہم اس آفت کے لیے تیار نہیں تھے۔ جب ہم اپنے

گناہوں کو اجتماعی طور، جب ہم اپنی غلطیوں کو، جب ہم اپنی کارکردگی کو اجتماعی طور پر دیکھیں، جب ہم اپنے گفتار اور کردار میں تفریق کو دیکھیں تو ہمیں ایسے عذابوں کے لیے تیار رہنا چاہیے تھا۔ جناب والا! پاکستان میں آج کے زلزلے نے، جن سکول کی عمارتوں نے ان معصوم بچوں کی جان لے لی وہ اس لیے تھا کہ 1947ء سے لے کر آج تک ریاست کے تمام ادارے زلزلہ زدگان ہیں۔ ریاست کے تمام ادارے زلزلہ زدگان ہیں۔ ریاست کی تمام منزلیں شکست و ریخت کا شکار رہی ہیں۔ پارلیمنٹ سے لے کر ایک کمزور سکول تک وہ بھی شکست و ریخت کا شکار رہا ہے۔ پہلا زلزلہ سات اور آٹھ اکتوبر کی درمیانی شب 1958 میں پاکستان میں آیا۔ اس میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے تمام ادارے مارشل لائی زلزلے میں دب گئے، وہ پہلا زلزلہ تھا جس نے ہمیں آٹھ اکتوبر 2005 کے زلزلے کی نوید ہمیں سنا دی۔ اور اس دور کی ہماری ساری اجتماعی غلطیوں کے بعد، دوسرا پھر 1969 میں آیا، پھر اس کے بعد پانچ جولائی 1977 کو تیسرا زلزلہ آیا، چوتھا زلزلہ حال ہی میں 12 اکتوبر 1999 کو آیا تھا جب ہم نے یہ کہا تھا کہ افراد اقوام کی تقدیر نہیں بدل سکتے، اقوام کی تقدیر بے شک افراد کے ہاتھ میں ہے لیکن افراد مل کر ادارے تشکیل دیتے ہیں اور جب ادارے تشکیل پاتے ہیں تو پھر ادارے افراد کا تحفظ کرتے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ اکیسویں صدی میں دنیا کا پانچواں نیوکلیئر ملک کہلانے والا پاکستان 8 اکتوبر کو پوری دنیا کے سامنے، ہماری کیا صورتحال تھی، ہم ساری دنیا سے بچاؤ کی بھیک مانگ رہے تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے بھگت سنگھ بیچارے نے کیا غلطی کی، کیا غلطی کی منگل پانڈے نے، کیا غلطی کی نہرو نے، کیا غلطی کی گاندھی نے، کیا غلطی کی محمد علی جناح نے، کیا غلطی کی محمد علی جوہر نے کہ ان انگریز بیچاروں کو دھکے دے دے کر، خون بہا کر، ساری دنیا کو بتا دیا کہ ہم ایک آزاد، خود مختار اور اپنے اقتدار اعلیٰ کے مالک بننا چاہتے ہیں، ہم اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہتے ہیں، ہم اپنے ہاتھوں سے انسانوں اور مسلمانوں کی تقدیر بدلنا چاہتے ہیں۔ آج سے دو سو سال قبل آئے ہوئے جن گوروں کو دھکے دے کر اپنے گھر سے نکالا، اپنے جغرافیے سے نکالا تھا، اپنی زمین سے نکالا تھا آج اکیسویں صدی میں پاکستان دنیا کا ساتواں نیوکلیئر کہلانے والا ملک، ان کی منتیں کرتا ہے کہ تم بھی آؤ اور اپنے کتے بھی ساتھ لاؤ تاکہ ہماری لاشیں زمین سے نکالی جا سکیں۔ یہ کسی قوم کے لیے عبرت کا مقام نہیں تو کیا ہے جناب والا؟ اتنا عرصہ کیا ہم نے آئین نہیں پڑھے تھے؟

قوانین نہیں پڑھے تھے؛ قرآن، سنت اور حدیث نہیں پڑھے تھے؟ کیا ہم زلزلوں سے بے خبر تھے، ہم طوفانوں سے بے خبر تھے، ہم سیلابوں سے بے خبر تھے، ہم علیحدگی کی تحریکوں سے بے خبر تھے، ہم لوگوں کی بے اطمینانیوں سے بے خبر تھے، ہر چیز سے بے خبر ہیں۔ کل ایک اور آفت خدانخواستہ آپ پر آ پڑے گی تو کہیں گے کہ اس کا تو پتا نہیں تھا اس کے لیے نئی reconstruction بناتے ہیں۔ جناب والا! ہمارے بہت سے ناقدین دوست، ہمارے بہت سے معتبر دوست یہ کہتے ہیں کہ ملٹری کا role relief operation میں تباہی کا ہے۔ جو شاہ رخ انڈیا کی فلموں میں کر دکھاتا ہے، انشاء اللہ ہماری ملٹری وہ یہاں پر کر دکھائے گی۔

میں آپ کو بتاؤں میں بلوچ ہوں، میری مائیں بہنیں ابھی تک لاہور اور کراچی میں قحط زدگان، بھیک مانگتی پھر رہی ہیں 1997 میں پاکستان کی تاریخ کا بلکہ اس جغرافیے کی پچھتر سالہ تاریخ کا بدترین قحط رونما ہوا، ہم بے یارومددگار لوگ تھے، ہم اس جغرافیے کی تاریخ کا شاید حصہ نہیں تھے، ہمارے لیے ڈونرز کانفرنس اس لیے نہیں بلائی گئی، ہمارے مسئلے کو اتنا اجاگر نہیں کیا گیا لیکن جناب والا! 60 % سندھ، 90 % بلوچستان قحط سالی میں تباہ و برباد ہو کر رہ گیا، Drought کے ایک relief commissioner Brig. Shafqat Rana کو مقرر کیا گیا، ان صاحب نے اس relief commission کے بعد آج کل ایک این جی او کھولا ہے اور لوکل باڈیز کے حوالے سے خواتین کی ٹریننگ کرواتے ہیں۔ جناب والا! ہمارے لیے جو تھوڑا سا پیسہ کبھی Oxfam، جرمنی، کینیڈا، سویڈن، یورپینوں نے، کسی نے اٹھائیس ہزار روپے دیے، کسی نے اٹھائیس لاکھ روپے دیے، ہمارے ہاں اربوں والی صورتحال تو تھی ہی نہیں لیکن جو بریگیڈیئر صاحب ریلیف کمیشن کے چیئرمین بنے، جنہیں بلوچستان کے جغرافیے کا پتا نہیں وہ بلوچستان میں سانس لیتے ہوئے تکلیف محسوس کرتے تھے وہ نیسلے کا منرل واٹر پیتے تھے، ایک خوبصورت well decorated لکڑیوں سے سجے ہوئے کمرے میں بیٹھتے تھے۔ جناب والا! آج 2005 ہے لیکن آپ کو ریلیف کی ایک اینٹ بھی بلوچستان میں نظر نہیں آتی۔ جو چیزیں غیرضروری تھیں، وہ ایک disaster تھا، قحط، زلزلے، طوفانوں اور سیلابوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا ان سب میں انسان مارے جاتے ہیں، دو پاؤں پر چلنے والے انسان، ان میں تکلیف، مشکل اور ہلاکت کا شکار ہوتے ہیں۔ ملٹری کا کردار سرآنکھوں پر، امریکہ نے اپنی ملٹری کو آج سے 1870 میں اپنے

paramilitary troops کو اور military کو relief کے کام سے ban کیا۔ انہوں نے کہا کہ military biased ہوتی ہے' military misuse کرتی ہے' military abuse کر سکتی ہے اپنی powers کو' اپنے اختیارات کو اور جناب والا! ہوسکتا ہے یہ پہلی دفعہ ہوا ہو اور میں کہتا ہوں کہ یہ ہونا چاہیے' military کا role ہونا چاہیے لیکن جناب والا! محدود سا۔ معاشرے کے اندر' ان تمام اداروں میں' اس کی جس قسم کی' جتنے numbers کی representation ہونی چاہیے' اتنے numbers کی' ایک یا دو فیصد اس کو representation دے دیں لیکن یہ دنیا کا کہاں کا قانون ہے کہ آپ سو فیصدی اختیارات' relief کے بھی military کو دے دیں۔ سو فیصد حکمرانی کے اختیارات بھی military کو دے دیں۔ آپ سو فیصد تمام institutions کو militarize کریں۔ جناب والا! NHA سے لے کر fertilizer کی companies تک' کھاد کے کارخانوں تک' سٹیل ملوں تک' سانس لینے کی مشینوں تک۔ Military کو اختیار دینا جناب والا! درست نہیں ہے۔ اس کا یہ خمیازہ بھگتنا پڑے گا کہ 2015 میں یا 2025 میں' نہیں تو چلو 2035 میں' نہیں تو جناب! 2070 میں کم از کم کوئی اور طوفان آئے گا' آنے والی نسلیں روئیں گی' پیٹیں گی کہ کیسے ہمارے حکمران تھے؟ کیسے ہمارے آباؤاجداد تھے؟ کیسے ہمارے parliamentarians تھے؟ کیسے ہمارے سیاستدان تھے؟ جن کو یہ تک پتہ نہیں تھا جبکہ ان کے پاس 1935 کے کوئٹہ کے زلزلے کا experience تھا لیکن آپ کوئٹہ کو پاکستان کا حصہ سمجھتے ہی نہیں ہیں' کہتے ہیں جی کہ یہ پاکستان میں پہلا زلزلہ ہے۔ چلیں ٹھیک ہے' ہم مان لیتے ہیں' اس وقت پاکستان کا وجود نہیں تھا' وہ بلوچستان تھا لیکن کم از کم آج تک حکمران جناب والا! اس قسم کے زلزلوں سے تو سبق سیکھتے۔ یہ وہ بنیادی وجوہات ہیں' یہ وہ تین' چار زلزلے تھے جنہوں نے ملک کے institutions کو تباہ کر دیا۔ اب جب ملک کے institutions تباہ ہو جائیں گے جناب والا! اس طرح کی قسمت ہم سب کی ہونی ہے۔ ہم سب نے اسی طرح دھنسنا ہے' دبنا ہے' کسی بیچارے گورے نے اپنے کتے کے ساتھ یا گھوڑے کے ساتھ آ کر ہمیں خوراک بھی supply کرنی ہے اور ہمیں زمین کے اندر سے نکالنا بھی ہے۔ حکمرانی ہم پر دوسرے کریں لیکن لاشیں ہماری گورے آ کر نکالیں۔ خوراک ہمیں کوئی اور فراہم کرے۔ واہ جی واہ کیا قانون ہے آپ کا۔

جناب والا! بداعتمادیاں کیوں ہو رہی ہیں۔ یہ ایک human disaster ہے۔ لوگ

جغرافیائی تفریق کی بجائے، لسانی تفریق کی بجائے، علاقائی تفریق کی بجائے، ساری دنیا نے واقعی افسوس کا اظہار کیا لیکن کہتے ہیں جی کہ سونامی کا response بڑا اچھا تھا۔ سونامی کا esponse ایک تو اس لیے اچھا تھا کہ وہاں پر شیخ رشید نہیں تھا جناب والا! کیونکہ اگر media کا کردار جو پاکستان میں ہے اور یہ میرے سامنے پڑا ہوا ہے، United Nations کے سربراہ کا بیان جناب والا! کہ پاکستان میں اس disaster کے لیے relief کا response کیوں slow ہے۔ اس لیے کیونکہ سونامی کی live footage دکھائی گئی بارہ گھنٹوں کے اندر پوری دنیا کو لیکن پاکستان کے اس بڑے زلزلے کی وجہ یہ ہے جناب! کہ تین دن تک پاکستانیوں کو پتا نہیں تھا کہ کیا ہوا ہے اور کیا ہونے والا ہے۔ جناب والا! آپ کو یاد ہوگا کہ سینیٹ سب سے بڑا ایوان ہوتا ہے۔ 9 بجے زلزلہ آیا، گیارہ بجے ہم نے یہاں تقریریں شروع کیں، اعظم سواتی صاحب کہہ رہے تھے کہ یار پتا نہیں میرے گاؤں میں کہتے ہیں کہ زلزلہ آیا ہے اور ایک سکول گر گیا ہے۔ ہم پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ فوری طور پر آپ کو پیغام آتا، خصوصی میٹنگ ہوتی کہ یار بہت بڑی emergency کی صورت حال ہے آپ سب لوگ اسلام آباد میں رہیں۔ ہو سکتا ہے کہ پارلیمنٹ کا خصوصی اجلاس طلب کیا جائے، پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس طلب کیا جائے اور اس قومی سانحہ پر، قومی صورتحال پر بحث کیا جائے بجائے اس کے کہ کہتے بستر باندھ کر اپنے اپنے گھروں کو جائیں۔ جو وزیر بھی، ابھی محترمہ انیسہ صاحبہ نے یہاں پر ہماری دوست ہیں، مہربانوں میں سے ہیں، انہوں نے کہا کہ کافی وزیر روزانہ جاتے ہیں آپ لوگ کیوں نہیں جاتے۔ آپ ریکارڈ نکال کر دیکھیں کہ جو بھی وزیر گیا ہے واپسی پر آکر اس نے اپنا travel allowance اور اپنا daily allowance draw کیا ہے۔ یہ تو ان کے لیے آنے جانے کا پیسہ نکالنے کا سامان ہو گیا۔ کونسا وزیر ہے، کون سا آفیشل ہے، کون سا بیوروکریٹ ہے جو مظفر آباد گیا اور اس نے آنے جانے کا T.A claim نہیں کیا ہو، اس نے اپنے آنے جانے کا daily allowance claim نہیں کیا ہو۔ کون ہے جو انسانی بنیادوں پر خدمت کر رہا ہے۔ یہ بھی شکر کریں، یہ میرا خیال ہے کہ کچھ لوگوں کی دعائیں تھیں کہ زلزلہ رمضان کے مہینے میں آیا۔ لوگوں کا جذبہ انسانیت، جذبہ اسلام، جذبہ مسلمانیت بہت بیدار تھا۔ لوگوں نے اپنے نئے، پھٹے پرانے کپڑے سارے ان کی طرف بھیج دیئے۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ ، جناب چیئرمین! ہم نے کسی کی تقریر کے دوران کوئی مداخلت نہیں کی، آپ ان سے کہیں کہ یہ بعد میں بول لیں۔

جناب چیئرمین، سن لیں، تشریف رکھیں۔

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ ، جناب چیئرمین! میں کسی کی تقریر کے دوران بولا نہیں۔ جناب جنہوں نے نہیں کیا ہے ان کا ریکارڈ سینیٹ میں طلب کیا جائے۔

سینیٹر انیسہ زیب طاہر خیلی ، وہ آپ کا right ہے لیکن میرا خیال ہے کہ میں نے سب کو appreciate کیا ہے کہ سب گئے ہیں۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ آپ جائیں یا نہ جائیں----

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ، جناب والا! میں ذکر کر رہا تھا کہ اگر ہمارے میڈیا کا کردار، ہمارے Information Minister ہمارا media, media industry, media development جو ہزاروں کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں قوم پرستوں کی، جمہوریت پسندوں کی خبر رکوانے کے لیے، لاکھوں روپے کے اشتہارات خرچ کرتے ہیں، اگر یہی لاکھوں روپے براہ راست انٹرنیشنل میڈیا پر بروقت رپورٹنگ زلزلہ زدگان کی آتی تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ آپ کو response اس سے کہیں زیادہ آتا۔ ہم سب کو اس کا افسوس ہے۔ جناب چیئرمین! جو زخمی ہوئے ان کے لیے ہمارا کیا کردار رہا ہے۔ جو مر گئے، اللہ کو پیارے ہوگئے ہماری اور آپ کی غلطیوں کی وجہ سے collective fault ہے۔ کسی نے پیسے لیے، کسی نے سکول غلط بنایا، کسی نے کمیشن لیا، کسی نے کچھ لیا، کسی نے مارشل لاء نافذ کیا لیکن جناب والا! ایک غلطی ہم سے اور کیا ہوئی جس کا ذکر ہمارے بہت کم مہربانوں نے کیا ہے۔ جتنے بھی زخمی ان علاقوں سے نکالے گئے یا فوری طور پر آس پاس کے ہسپتالوں میں لے جائے گئے، یا اسلام آباد لائے گئے، میں بڑی معذرت سے کہوں گا، کیونکہ دوائیاں بہت مہنگی ہوتی ہے، ہمارے لیے بہت مشکل تھا کہ ہم مہنگی دوائیاں یا بروقت دوائیاں ان کو دے کر ان کی زندگیاں بچاتے۔ ہم نے کیا کیا کہ جس کا ہاتھ زخمی ہے اور چار چھ ہفتوں کی medical treatment سے، دوائیوں سے ٹھیک ہو سکتا تھا اس کا ہاتھ کاٹ دیا، ہم نے اس کا پاؤں کاٹ دیا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ڈیڑھ دو لاکھ زخمی ہیں۔ ڈیڑھ دو لاکھ

اپاہج ہیں۔ یہ ہمارے ساتھ ہوا۔ 73 ,70 ہزار وہ تو اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اللہ ان کی مغفرت کرے لیکن یہ جو ایک ڈیڑھ لاکھ انسان ہیں، میں تو یہ کہتا ہوں کہ ان کا کسی نے نوٹس نہیں لیا۔ ہم نے کئی انسانوں کو جو اپاہج نہیں بھی تھے ان کو اپاہج بنا دیا۔ جن کے پاؤں نہیں کٹنے تھے ان کے پاؤں کاٹ دیئے۔ جن کے ہاتھ نہیں کٹنے تھے ان کے ہاتھ کاٹ دیئے۔ یہ غلطی ہماری طرف سے اس لیے ہوئی کہ ہمارے پاس proper institutions نہیں۔ اس بات کا ہمیں ادراک کرنا چاہیے، صرف response کہتے ہیں کہ آپ نے پہلی کاپٹر میں زخمیوں کو اٹھا کر اسلام آباد پہنچا دیا۔ اسلام آباد پہنچنے کے بعد ان زخمیوں کا کیا حال ہوا اس کی رپورٹ آج تک کسی کے سامنے نہیں آئی۔ کتنے لوگ بچ گئے، کتنے لوگوں کے پاؤں کاٹے گئے، کتنے لوگوں کے ہاتھ کاٹے گئے، کتنے لوگوں کے اعضاء تن سے جدا کر دیئے گئے۔

جناب چیئرمین! ہمارے حکمران بہت زیادہ دعویٰ transparency کا کر رہے ہیں۔ یورپین یونین نے donors کانفرنس میں تمام، جنہوں نے کچھ خیرات اور عطیات دیئے، کچھ لوگوں نے تو clear cut قرضے دیئے۔ ہم گزشتہ تین چار سالوں سے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک سے جان چھڑانے کی باتیں کر رہے تھے لیکن 5.9 بلین میں سے تقریباً 82% قرضوں کی شکل میں، اب وہ قرضہ نرم شرائط پر ہے یا گرم شرائط پر ہے وہ تو وقت ہی اس کا فیصلہ کرے گا کیونکہ یہ تو کھال ادھیڑنے والے ادارے ہیں، ان کا کام یہی ہوتا ہے کہ کہیں پر تباہی و بربادی ہو اور وہ اپنی دکانداری لے کر جائیں اور اپنا کاروبار کریں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک نے جو قرضے دیئے ہیں وہ مستقل طور پر اس وفاق پر بوجھ بنیں گے۔ اس وفاق کی representation ہم سب کر رہے ہیں۔ اس ڈونر کانفرنس سے پہلے کیوں ہمارے دوست ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ پارلیمنٹ کو اعتماد میں لینا چاہیے اس لیے کہ جو بھی کام ہو رہا ہے وہ غیر آئینی ہو رہا ہے۔ ریلیف کے کام کے لیے بھی آئین کے اندر آرٹیکل 84 ,83 ,82 ہیں۔ آپ بجٹ 2005 کی کسی بھی مد سے کوئی بھی پیسہ کہیں اور منتقل کرتے ہیں تو جناب والا! اس کے اندر بھی آئین کے اندر آرٹیکل موجود ہے۔ آرٹیکل 84 ,83 ,82 سے شروع ہو کر کافی آگے تک ہے۔ پھر ان تمام کے لیے آپ کو اسمبلیوں سے منظوری کی ضرورت ہے۔ آپ جس مد سے نکالیں گے وہ کسی صوبے کا مد ہوگا۔ کسی ادارے کی مدعات سے یہ پیسہ نکالیں گے۔ جب وہ

پیسہ نکالیں گے تو اس کی منظوری کی ضرورت ہوگی۔ بے شک سینیٹ نے اس کے اوپر debate کیا تھا۔ جناب والا! جب آپ ان مدعات کی proper permission یا اس کی اجازت یا اسی کی منظوری آپ آئین کے تحت اسمبلی سے نہیں لیں گے تو وہ بھی ایک قسم کا غیر آئینی عمل ہے۔ ابھی تو چلیں دو چار مہینے ہیں، ایک انسانی جذبہ ہے لیکن تین چار سال کے بعد جن مدعات سے آپ پیسے کاٹیں گے، کل پھر رونا پیٹنا شروع ہو جائے گا کہ بھئی ہم سے کیوں پوچھا نہیں تھا۔ کم از کم ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ آنے والے دنوں کے لیے، کسی اور حکمران کے لیے مصیبت نہ بنائیں۔ آپ کی حکمرانی دو چار چھ دن ہے۔ چھ منٹ میں انسان کی زندگی فنا ہو جاتی ہے۔ کس نے کسی کی زندگی کی گارنٹی دی ہے، کس نے کسی کی حکمرانی کی گارنٹی دی ہے۔ کوئی اور لوگ آئیں گے، پیپلزپارٹی آئے گی، ہم غریب تو پتا نہیں کس کونے میں پڑے ہوں گے لیکن جناب والا! کیوں آنے والے حکمرانوں کے لیے مصیبتیں کھڑی کرتے ہیں، آنے والے bureaucrats کے لیے مصیبتیں کھڑی کرتے ہیں؛ پھر آپ کا کوئی نیا ادارہ آئے گا اور کہے گا کہ تم نے غلط کیا صدر کی بات کیوں نہ مانی؛ تم نے فلانے کی بات کیوں مانی؛ تم نے غیر آئینی کام کیا، تم نے اس مد سے پیسے نکال کر اس مد میں خرچ کیسے کیے ہیں؟

جناب والا! یہ ساری transactions اس سے ہوئی ہیں اور جو President کا fund ہے اس کی تو میرے خیال میں کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔ Federal Consolidated Fund ہے State Bank, کے تحت جتنے بھی محاصل ہوتے ہیں، جتنے عطیات ہوتے ہیں ان کو Federal Consolidated Fund کا حصہ بننا چاہیے اس کے بعد special request کے تحت پارلیمنٹ سے اس کی permission لے کر وہ تمام پیسے ان علاقوں میں خرچ کریں، ہم دل و جان سے دینے کے لیے تیار ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بی بی نے اب کہا کہ ایم کیو ایم نے بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔ یقیناً، ہم بھی یہ کہیں گے کہ ایم کیو ایم نے بڑی خدمات سر انجام دی ہیں۔ عطیات کے حوالے سے، خیرات کے حوالے سے اور الخدمت فاؤنڈیشن کے حوالے سے جتنی بھی انہوں نے کارکردگی دکھائی ہے یقیناً وہ خراج تحسین کے مستحق ہیں، اس لیے خراج تحسین کے مستحق ہیں۔ جناب والا! کہ کراچی میں 2322 کے قریب industrial units ہیں، commercial units ہیں۔ ایک غریب بلوچ، ایک غریب پٹھان کہاں سے اتنا پیسہ لائے گا، اس کے اپنے گھر

میں کھانے پینے کو نہیں ہے، وہ کسی دوسرے کی کیا مدد کرے گا اور ہم نے یہ کہا تھا کہ اگر ہمارے 600 ارب کے قریب قرضے جو وفاقی حکومت پر واجب الادا ہیں اگر وہ بلوچستان کو جاتے ایمانداری سے تو ہم tents نہیں، ہم کشمیر کے لوگوں کے لیے پکی عمارتیں بناتے لیکن آپ نے ہمارے لیے ایسی صورتحال پیدا کی ہوئی ہے کہ ہمارے اوپر تو زلزلہ بھی نہیں آیا لیکن جناب والا! ہم خیموں میں رہتے ہیں۔ پچپن، چھپن سالوں سے ہمارے لوگوں نے آج تک پکی اینٹ کے مکان یا کمرے نہیں دیکھے۔ ہم بیچارے غریب کیا کہیں جہاں آپ نے ڈیزل کی قیمت دس روپے سے چالیس روپے کر دی، ہم کوئٹہ سے اگر کوئی گاڑی بھی لے کر یہاں تک پہنچتے ہیں تو ڈیڑھ لاکھ روپے کے قریب تو ہمیں transportation کا خرچہ پڑتا ہے۔ تو جناب والا! یہ سارے economical factors ہیں۔ اگر کسی صوبے نے، کسی قوم نے، کسی بھی جماعت نے کم contribute کیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ اس کی ہمدردیاں زلزلہ زدگان کے ساتھ نہیں تھیں یا ان کا احساس انسانیت سو رہا تھا بلکہ جناب والا! یہ وہ economical conditions ہیں جو ایک غریب سندھی کوجو سندھ کے دیہات میں رہتا ہے، مجبور کرتی ہیں، پابند کرتی ہیں کہ وہ آہ تو کر سکتا ہے، افسوس تو کر سکتا ہے لیکن اپنے غریب زلزلہ زدگان بھائیوں کی مدد نہیں کر سکتا۔ ایک غریب پشتون کی صورتحال یہی ہے، غریب سرائیکی کی صورتحال یہی ہے، ایک غریب بلوچ کی صورتحال یہی ہے جو اپنے بچوں کو دو وقت کی روٹی نہیں کھلا سکتا۔ یہ conditions کس نے پیدا کی ہیں؟ یہ ہمارے حکمرانوں نے پیدا کی ہیں۔ آج اگر آپ اپنے صوبوں کو با اختیار بناتے، آج اپنے وسائل کی منصفانہ تقسیم کرتے، ہر طرف industries کے جال بچھا دیتے تو ہمیں جناب والا! Donors' Conference کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ 28000 square Kilometers کا علاقہ متاثر ہوا ہے، 73 ہزار آپ کی ہلاکتیں ہیں، آپ کا social infrastructure بے شک نقصان کا شکار ہوا ہے۔

جناب والا! کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایران ہمارا ہمسایہ ہے، بام کا زلزلہ آج سے کوئی تین، چار سال پہلے آیا، جہاں اقتدار اعلیٰ کی بات آتی ہے، sovereignty کی بات آتی ہے، ٹھیک ہے، آپ دل کھلا رکھتے، کوئی دیتا ہے تو سر آنکھوں پر لے لیتے ہیں لیکن جناب والا! میں بذات خود ایمانداری سے کہتا ہوں کہ ہم غریب لوگ ہیں لیکن خیرات خوری اور اجتماعی خیرات خوری کے جو یہ

ڈرامے ہیں جو Donors' Conference کی شکل میں رچائے جاتے ہیں میں ان سے اتفاق نہیں کرتا کیوں کہ مجھے یہ یقین ہے کہ ان وعدوں کو، ان promises کو translate ہونے میں، ان کو ایفا ہونے میں ایک تو کافی وقت لگے گا اور دوسری بات یہ ہے جناب والا! کہ 40% سے 50% پیسہ آپ کے پاس آئے گا، باقی قرضے آئیں گے۔

جناب والا! اس طرح کی اجتماعی قسم کی خیرات خوری آپ کے اپنے اقتدار اعلیٰ اور sovereignty کے بھی خلاف ہے۔ آپ اگر اپنے آپ کو ایک زندہ قوم کہتے ہیں، آپ اپنا سارا defence budget surrender کر دیں، ہم اپنا سارا socio-economic expenditure کا بجٹ ان کے لیے surrender کرتے ہیں لیکن کم از کم اس قسم کے اقدامات کسی زندہ، جاویداں اور شائستہ قوم کو زیب نہیں دیتے۔ کام آپ نے کر دیا، خدا کرے کہ وہ fruitful ہو، اس کا ثمر یہاں تک پہنچ سکے، سردی کا season ہے، وہاں پر slit season آئے گا، سیمنٹ کا کام نہیں ہو سکتا، لکڑی کا کام نہیں ہو سکتا، چھ، سات مہینے کس طرح گزرنے ہیں، خدا ان پر خود رحمت کرے، خدا ان کے حالات بہتر کرے لیکن ایک بار پھر کہوں گا جناب والا! کہ اگر پارلیمنٹ کو اعتماد میں نہیں لیا گیا تو جتنی بھی نیک نیتی اس میں دکھائی جا رہی ہے در اصل وہ نیکی ایسی نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے بدنیتی ہے۔ میرے دوسرے مقرر دوستوں نے رضا صاحب نے اور دوسروں نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان اداروں کا بھی ذکر کیا ہے جس میں ہماری تمام خوبیاں اور خامیاں شامل کی گئی تھیں؛ میں یہی گزارش کروں گا کہ اب بھی وقت ہے کہ پارلیمنٹ اور پارلیمنٹ کی کمیٹیوں کو اختیار دیا جائے اور آئین کے تحت یہ تمام اخراجات relief میں لائے جائیں بصورت دیگر جناب والا! ایک نیا پنڈورا بکس کھل جائے گا ایک نیا پنڈورا بکس بنے گا اور آنے والی تاریخ میں ہماری بداعتادیاں اقوام عالم میں مزید شرمندگی کا باعث بنیں گی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: مولانا گل نصیب صاحب۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔(عربی) - محترم جناب چیئرمین صاحب! میں شکر گزار ہوں کہ اس اہم موضوع پر جو اس وقت پوری امت مسلمہ کے لیے عموماً اور دنیا کے انسانوں کے لیے اور پاکستان کے باشندگان کے لیے انتہائی اہمیت کا

حامل ہے اور پوری دنیا اس طرف متوجہ ہے اس اہم موضوع پر وقت دینے کے لیے شکر گزار ہوں اور یہ مناسب ہے کہ قومی مسائل اور ملکی مسائل کے لیے، ملکی اداروں کے ذریعے سے ہی راستہ نکالا جائے اور ان کو حل کیا جائے اور جو قومیں اپنے اداروں کو مضبوط رکھتی ہیں اور جو قومی اداروں کے ذریعے سے مسائل حل کرتی ہیں وہ ملک اور قومیں ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں یہ ۸ ا کتوبر کو جو زلزلہ آیا اور اس وقت پوری دنیا میں پاکستانی سفارتخانوں پر اور قونصلیٹوں پر دنیا کے سفارت کار اور دنیا کے ممالک کے لوگ آ رہے ہیں اور تعزیت کے لیے پاکستان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ ظاہر ہے اس ۸ ا کتوبر کے زلزلے نے مظفر آباد، باغ، ایبٹ آباد، کوہستان میں جو تباہی مچا دی اور لاکھوں میں لوگ لقمہ اجل بن گئے، لاکھوں کی تعداد میں گھر ویران ہو گئے اور لاکھوں لوگ زخمی ہو گئے اور ملک کو اربوں اور کھربوں کا نقصان اٹھانا پڑا۔ یقیناً اس ملک کے لیے انتہائی بڑا اور دل ہلا دینے والا ایک واقعہ ہے۔ اس موقع پر پوری قوم کو صبر کی ترغیب، اعمال کی اصلاح اور اپنے رب کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ اس آزمائش کی گھڑی میں پوری قوم متحد اور متفق رہ سکے۔ جناب چیئرمین! اس پر جیسے حزب اقتدار والے اپنا ایک حق سمجھتے ہیں ایسا ہی حزب اختلاف والے بھی اس کے مالک ہیں اور ان کے بھی وہی جذبات ہیں جو ایک ملک کے انتہائی ذمہ دار باشندہ کے ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ ۸ ا کتوبر کو زلزلہ آیا اور سینیٹ کا اجلاس جاری تھا اسی وقت میں نے صوبائی حکومت کے وزیر اعلیٰ محمد اکرم خان درانی کو فون کیا کہ اس وقت کیا صورت حال ہے۔ تو اسی وقت وہ جہاز میں سوار ہو کر بالاکوٹ کی طرف پرواز کر رہا تھا اور خود میں نے جن اضلاع کو فون کیا اور جہاں پر فون کام کر رہے تھے ساتھیوں سے فون پر رابطے ہوئے۔ یقیناً ایک اندوہناک صورتحال تھی۔ اس قسم کے قومی سانحوں کے موقع پر دو قسم کی منصوبہ سازی ہونی چاہیے، ایک طویل المدت منصوبے اور ایک قلیل المدت منصوبے۔ قلیل المدت منصوبے وہی ہونے چاہئیں جو فوری طور پر اور مختصر وقت میں قوم کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل کر سکیں اور طویل المدت منصوبے وہی ہونے چاہئیں جو ان آفت زدہ علاقوں کو اور آفت زدہ انسانوں کو آنے والے وقتوں میں پوری قوم کے برابر لا کر صف میں کھڑا کر سکیں۔ میرے خیال میں اس سانحے میں جو اموات ہوئی ہیں، عارضی طور پر ان لوگوں کو دفنانے کے لیے اور ان لوگوں کو سنبھالنے کے لیے ایک مختصر منصوبہ بنانا چاہیے تھا اور اب بھی ہونا چاہیے۔ جو انسان باقی رہ گئے

ہیں اور اس وقت وہ انتہائی کرب کے عالم کی زندگی گزار رہے ہیں، ان کو عارضی رہائشیں دینے کے لیے انتظام کرنا چاہیے اور زخمیوں کے علاج کے لیے ایک معقول project اور معقول انتظام ہونا چاہیے تھا۔ امدادی تعاون کو بروقت منظم کرنا چاہیے تھا اور حقداروں کو ان کا حق پہنچانا چاہیے تھا تاکہ اموات، معذور حضرات، صحتمند حضرات اور بچوں کی تعلیم و تربیت کے فوری انتظامات ہو سکیں۔

جناب چیئرمین! ایک ذمہ دار کی حیثیت سے میں خود بھی اس پوری کارروائی میں شریک رہا، محمد اکرم خان درانی صاحب کے ساتھ اور مولانا فضل الرحمن صاحب کے ساتھ ایبٹ آباد، مانسہرہ اور بٹگرام، کوہستان، شانگلہ تمام اضلاع میں خود میں گیا ہوں اور حالات کا تجزیہ کر چکا ہوں۔ اس وقت ہماری جو انتہائی کمزوریاں تھیں، اگر ہم اس وقت حزب اختلاف اور حزب اقتدار کے آپس کے حالات میں گھر کر، حالات کا وہ تجزیہ پیش نہ کریں جو اس ملک کو آنے والی آفات اور آنے والی مشکلات اور آنے والے مصائب میں اس کو ایک مستحکم منصوبہ دے سکے تو یقیناً یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہو گی۔ ایک معروف شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جو کچھ آ گیا، وہ تقدیر پر محمول کریں اور آنے والے حالات کو تدبیر پر محمول کریں یعنی آنے والے حالات کے لیے منصوبہ بندی ہو۔

جناب چیئرمین! جو کمزوریاں میرے سامنے آئی ہیں، وہ یہ ہیں کہ ہمارے پاس اس وقت وہ technology وہ machinery نہیں تھی جو ہم اس وقت حالات کو معمول پر لانے کے لیے استعمال کر سکتے۔ دوسرا ہمارے پاس ایسی team بھی نہیں تھی کہ جو ایک منظم team کی حیثیت سے وہ relief کا کام کر سکتے اور مردوں کو زمینوں سے نکال سکتے اور ان کو دفنانے کے لیے کوئی انتظام کر سکتے، یہ پورے ملک میں ہمارے پاس کوئی انتظام نہیں تھا۔ میں یہاں اسلام آباد میں تھا اور یہاں پر اسلام آباد میں جب tower گرا، وہاں لوگ ہاتھوں سے جگہوں کو خالی کر رہے تھے لیکن ہمارے پاس کوئی machinery نہیں تھی کہ وہ جا کر وہاں پر لوگوں کی مدد کر سکیں۔ یہ نہیں ہے کہ یہ کوئی الزام ہے، آئندہ کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں، آئندہ کے لیے اس حوالے سے ہماری کارکردگی کیا ہو گی؟ ایسی worker team بھی ہمارے پاس نہیں تھی کہ وہ team اس کام کو منظم کر سکے۔

تیسرے نمبر پر پندرہ دن، بیس دن، آٹھ دن، ایک ہفتہ بعد لوگوں کو نکالا گیا ہے اور

وہ زندہ تھے، نیچے سے وہ آوازیں لگا رہے تھے کہ پانی دے دو، ہم زندہ ہیں اور ہمیں نکالو لیکن ہمارے پاس سوائے افسوس اور سوائے ان پر رونے کے وہاں پر کچھ نہیں تھا۔ تو یہ بھی ایک قومی سانحہ ہے کہ اس وقت ہم ان کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔

جناب چیئرمین! آپ کو معلوم ہے کہ یہاں پر یہ ساری چیزیں نہ ہونے کی کیا وجوہات ہیں؟ اس پر بھی سوچنا چاہیے، کسی کو الزام دینے سے بالا تر ہو کر اگر اس بات پر سوچیں کہ اس وقت Cabinet Division کے پاس 100 مرسیڈیز گاڑیاں ایسی ہیں جو کہ bullet proof ہیں، یہ تو موجود ہیں، اسلام آباد کی آبادی کو دیکھ کر آپ یہ محسوس نہیں کر سکتے کہ یہ مقروض ملک کا دارالخلافہ ہے اور اس ملک کے وزراء، صدر اور وزیراعظم کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہو سکتا کہ اس ملک میں قدرتی آفات آنے کے موقع پر ہماری صورتحال یہ ہو گی۔ لہٰذا انہی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک طویل المدت منصوبہ بنانا چاہیے۔ جناب چیئرمین! میرا خیال ہے کہ پورے علاقے کے لوگوں کو دوبارہ آباد کرنا اس منصوبے کا ایک factor ہونا چاہیے، آبادی کے لیے حکومت اپنے طور پر گھر بنا کر عوام کو نہ دے بلکہ انہیں نقد پیسے دیں تاکہ وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہوں۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جو کام ہم اداروں CNW کے حوالے کرتے ہیں یا کسی دوسرے ادارے کے حوالے کرتے ہیں، ان میں اتنی corruption ہوتی ہے کہ وہ پھر قوم آباد کرنے کی بجائے وہ ان لوگوں کو آباد کرتے ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ جو پیسے ان کو گھر آباد کرنے کے لیے آپ نے دینے ہیں وہ پیسے ان کو براہ راست دیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ تعلیم کے لیے ہنگامی اور جنگی بنیادوں پر احکامات جاری کرنے ہوں گے تاکہ وہ قوم جس کے تعلیمی ادارے تباہ ہو گئے ہیں؛ وہ قوم کہ جس کا نہ دینی تعلیمی تربیت کا کوئی انتظام ہے اور نہ جدید ٹیکنالوجی کی تعلیم کا ان کے پاس کوئی انتظام ہے۔ جنگی بنیادوں پر سب سے پہلے ان کو تعلیم دلوانے کے لیے باقاعدہ انتظام کرنا چاہیے۔ جناب چیئرمین! مجھے اس وقت یہ خدشہ بھی ہے کہ جو لوگ ہاتھ پاؤں سے معذور ہو گئے ہیں، جو لوگ ہسپتالوں میں ہیں اور جو لوگ اس وقت آہ و فغاں کے عالم میں ہیں اگر ہم ان کو آباد نہیں کرتے، ان کے اقتصادیات کا ہم ابھی انتظام نہیں کرتے، ان کو ہم ایک رخ پر نہیں ڈالتے تو ہو سکتا ہے کہ آنے والے اوقات میں اس ملک میں بھکاریوں کی تعداد بہت بڑھ جائے گی اور وہ

بھیک مانگتے پھریں گے۔ لہذا جو معذور افراد ہیں آج ہی سے انہیں منصوبے میں شامل کیا جائے اور میرا اپنا مشورہ یہ ہے کہ جو لوگ ایسے معذور ہیں کہ وہ کچھ کام کرنے کے قابل نہیں ہیں تو ان کے لیے گزارہ الاؤنس اور باقاعدہ ماہانہ تنخواہ مقرر کی جائے تاکہ وہ اپنی زندگی آرام و عزت کے ساتھ گزار سکیں۔

جناب والا! ایسے تعلیمی ادارے بھی تشکیل دینے چاہییں کہ جو یتیم، بے سہارا بچوں کو کہ جن کے کوئی سربراہ نہیں رہے، ان کو مفت تعلیم دلوا سکیں۔ میری یہ بھی گزارش اورمشورہ ہے کہ جیسے اپوزیشن کا مطالبہ ہے کہ پارلیمنٹ کی ایک بااختیار کمیٹی بنائی جائے اور تمام relief کا کام اس کے سپرد کیا جائے تاکہ اس پر پوری قوم کا اعتماد ہو۔ میری یہ بھی گزارش ہے کہ جو آفت و عذاب اس وقت ملک میں آیا ہوا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو نظام زندگی ہمیں دیا ہے اس کے دو حصے ہیں، اسلام کے دو حصے ہیں۔ایک حصے کا نام ہے عبادات اور دوسرے حصے کا نام ہے شریعت۔ عبادات تین چیزوں کا خلاصہ ہے، عقائد، عبادات اور اخلاقیات۔ اگر ہمارے اخلاقیات قرآن اور سنت کے مطابق نہیں ہوں گے، اگر ہماری عبادات قرآن اور سنت کے مطابق نہیں ہوں گی اور ہمارے عقائد قرآن و سنت کے مطابق نہیں ہوں گے تو ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی اور نافرمانی کی صورت میں ہر بادشاہ اپنی رعایا کو سزا دیتا ہے جب وہ نافرمان بن جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین! دوسری بات جو شریعت کی ہے۔ شریعت دو باتوں سے عبارت ہے۔ حکومت میں سنت ہو اور عدالتوں میں شریعت ہو۔ جب حکومت میں سنت ہوگی تو انسانیت کو عزت نفس ملے گی اور جب عدالتوں میں شریعت ہوگی تو انسانیت کو عدل و انصاف ملے گا۔ جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر آزاد ہوا ہے۔ اس ملک کا آئین اسلامی ہے لیکن آج تک ہم اس ملک کے اندر اسلام کا اجتماعی نظام نافذ نہ کر سکے اور اس ملک کی عدالتیں انسانیت کو اور اس ملک کے باشندگان کو وہ انصاف نہ دے سکیں اور اس ملک میں ہم کرپشن کا خاتمہ نہ کر سکے۔ اس ملک میں ہم محکوم، مظلوم اور مجبور اقوام کا مداوا نہ کر سکے۔ جب اس ملک میں نظام اس عالم کا ہو جو کسی کو انصاف نہ دے سکے، کسی کو کرپشن سے منع نہ کر سکے تو جناب چیئرمین! یہی ہوتا ہے۔ اجتماعی طور پر اسلام کا اجتماعی نظام اس ملک کو نہ دینے میں ہمیں

جو ناکامی ہوئی ہے اور بادشاہوں کے مسلسل تاخیری حربوں کی وجہ سے اس ملک میں اب تک اسلام کا اجتماعی نظام نافذ نہ ہو سکا، یہ اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ جناب چیئرمین! ہم ایک امت ہیں۔ امت میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شریک ہیں۔ غیر مسلم کو امت دعوت کہتے ہیں اور مسلمانوں کو امت اجابت کہتے ہیں۔ پوری دنیا کی انسانیت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک امت ہے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شریک ہیں۔ لہذا مسلم community کو امت اجابت کہتے ہیں اور غیر مسلم community کو امت دعوت کہتے ہیں۔ لہذا ہم قومیں بنانے کے لیے نہیں ہیں۔ ہمارے تعلیمی اور ہماری قرآن و سنت کی ہدایات قوم بنانے کے لیے نہیں ہیں، امت بنانے کے لیے ہیں۔ امت جب ہم بنائیں گے تو پوری دنیا کی انسانیت کو ہم پیغام محبت دے کر بنائیں گے۔ ایک قوم کی جو تعبیر ہے کہ اس کے لیے وطن ہو، اس کے لیے رنگ ہو، اس کے لیے زبان ہو اور اس کے لیے نسل ہو، یہ انسانیت کو تقسیم کرتی ہے، امت انسانیت کو متحد کرتی ہے۔ ہم قوم بنانے کی بجائے امت کو بنائیں۔ یہ اجتماعی اسلامی فریضہ ہے۔ ہم جب یہ فریضہ ادا نہیں کریں گے تو ملک تقسیم ہوں گے، قومیں تقسیم ہوں گی، علاقے تقسیم ہوں گے اور یہ اللہ کی ناراضگی کے اسباب بنیں گے۔

جناب چیئرمین! میں اس وقت ایک حدیث آپ کے سامنے بیان کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ (عربی) کہ جب اعمال کا اس انداز پر بگاڑ ہو جائے کہ قومی دولت کو لوگ اپنے لیے مال غنیمت سمجھیں، شراب اور زنا عام ہو جائے اس وقت آپ انتظار کریں کہ زلزلے آئیں گے، آپ انتظار کریں کہ عذاب آئیں گے۔ یہ قرآن اور احادیث کی ہدایات ہیں۔ جناب چیئرمین! ہمیں اس بات پر یقیناً کامیابی ہوئی ہے۔ جو کامیابی ہمیں ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ پورے ملک کے انسانوں نے بیک جنبش اپنے مظلوم اور بے کس بھائیوں کی مدد کی جو اس وقت مدد کے منتظر تھے۔ کراچی سے لے کر چترال تک اور وزیرستان سے لے کر کشمیر کے پہاڑوں تک کسی نے بھی یہ نہیں سوچا، کسی بھی سیاسی جماعت، کسی بھی مذہبی جماعت، کسی بھی قوم اور کسی بھی علاقے نے یہ نہیں سوچا کہ یہ کام ہماری پارٹی کا نہیں ہے یا ہمارے علاقے کا نہیں ہے یا اس کا ہمارے مذہب سے تعلق نہیں ہے بلکہ پوری قوم نے یکجہتی کے ساتھ ہمارے بھائیوں کی مدد کی ہے۔یہ ہمارے لیے ایک کامیابی ہے۔ حکومت کو اس بات سے فائدہ اٹھانا چاہئیے کہ قوم

کے اس یکجہتی کے موقع پر مزید یکجہتی پیدا کرے لیکن جناب چیئرمین! آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ جو ہماری کمزوریاں تھیں اور میں نے یہ گن لی ہیں اور اگر ہم ان پر سنجیدگی سے غور نہ کریں تو اچھی بات نہیں ہے۔ کل donors conference تھی جو منصوبہ حکومت پیش کرنا چاہتی تھی، وہ اس کا اعلان کرتے اور اگر حکومت یہ ضروری سمجھتی تو پارلیمانی لیڈروں کو متحد کر کے اس منصوبے کے بارے میں مشورہ لیتے اور تمام سیاسی جماعتوں کو اکٹھے بٹھا کر یہ منصوبہ ان کے سامنے بیان کرتے اور پھر ان کو دعوت دیتے کہ آپ donors conference میں آئیں - میرے خیال میں یہ قومی یکجہتی کا ایک مظہر ہوتا لیکن جناب چیئرمین! منصوبہ اپنے دل میں اور دنیا کو یہ دکھانا کہ تمام پارٹیاں اس پر متفق ہیں، میرے خیال میں یہ اتحاد اور اتفاق پیدا کرنے کے لیے ٹھیک نہیں ہے اور نہ ہی وہ رویہ ہے جو رویہ ہونا چاہیئے۔

جناب چیئرمین! اس وقت سب سیاسی جماعتوں نے اور پورے ملک کے عوام نے جو تعاون اور محنت کی ہے، میں اس پر ان سب کا شکر گزار ہوں۔ اس موقع پر جمعیت علمائے ہند نے ایک قافلہ بھیجا اور امداد بھیجی جسے سرحد حکومت کے حوالے کیا گیا اور مولانا محمود مدنی بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ وفد اپنے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں tents لائے، ادویات لائے اور خوراک لائے۔ یہ سامان جمعیت علمائے ہند نے ہندوستان سے بھیجا، میں اس پر ان کا شکرگزار ہوں۔ صوبہ سرحد کی حکومت نے اس موقع پر جس احساس کا مظاہرہ کیا اور وہاں کے وزیر اعلیٰ اور چیف سیکرٹری سمیت سب وہاں آئے ۔ میں خود ان کے ساتھ تھا ۔ انہوں نے ایک ایک دن ہر ضلع میں گزارا ۔ اس طرح انہوں نے لوگوں کے ساتھ اپنایت کا اظہار کیا۔ میں اس پر ان کا شکر گزار ہوں۔

جناب چیئرمین! وہ مذہبی تنظیمیں اور وہ سیاسی جماعتیں جنہوں نے اس موقع پر انتہائی ہمدردی کا مظاہرہ کیا ہے، اس پر میں ان سب کا شکرگزار ہوں۔ اب بھی آپ کی وساطت سے میری خواہش اور گزارش ہے کہ ہم پوری قوم اور حکومت کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ہم اس موقع پر اتحاد اور اتفاق کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں لیکن اتحاد اور اتفاق کے لیے اسباب برسر اقتدار طبقہ پیدا کرے ۔ اگر وہ اسباب پیدا نہیں کرتا تو حزب اختلاف کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں کو جو اس وقت دنیا سے جا چکے ہیں، انہیں جنت

الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور جو مجبور و بے کس عوام رہ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: محمد عباس کمیلی۔

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, an honourable member from Karachi, is giving very non-serious attention to the House.

Mr. Chairman: He has heard you.

سینیٹر محمد عباس کمیلی، جناب چیئرمین! زلزلے کے موضوع پر مسلسل گفتگو ہو رہی ہے اور دونوں اطراف سے ایوان میں بڑی مفید بحث ہوئی ہے۔ بہت سی آراء مشترک رہی ہیں اور بہت سی تجاویز مشترک رہی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ پہلا session ہے کہ جس میں تلخیاں کم اور مشترکہ باتیں زیادہ ہوئی ہیں اور اس سے ایسا محسوس ہوا کہ دونوں طرف ایک ہی احساس ہے اور ایک ہی جذبہ ہے اور یہ بات بڑی خوش آئند ہے۔ محترم قائد حزب اختلاف نے بھی کہا تھا کہ اس وقت ہم نے طے کیا ہے کہ ہم سیاست سے بالاتر ہو کر خدمت کرنا چاہتے ہیں اور قوم میں یکجہتی چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کے الفاظ کچھ اور ہوں لیکن کہنا ان کا یہی تھا۔ اعظم سواتی صاحب نے بھی بڑی مفید گفتگو کی اور Treasury Benches سے بھی بڑی اچھی باتیں سامنے آئی ہیں لیکن گزشتہ روز سے یا آج کچھ تیور بدلے ہوئے ہیں۔ نہیں معلوم اس کا سبب کیا ہے۔ بہرحال، اس وقت موقع تو ایسا تھا کہ جس کسی نے، خواہ وہ کوئی فرد ہو یا ادارہ، جو بھی کام کیا ہے اس کی تعریف کی جاتی۔ تنقید کا criticism, کا بھی ایک وقت، ایک موقع ہوتا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ ہر وقت criticism for criticism, مناسب ہے۔ اس وقت پوری قوم سوگوار ہے لہذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم ان کو یہ احساس دلائیں کہ ہم ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دامے، درمے، قدمے، سخنے سب کچھ کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ سب نے خدمت کی ہے۔ NGO's جنہیں کل تک بہت برا، بھلا کہا جاتا تھا، آج ان کی خدمات کا اعتراف ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے ان میں کچھ غلط یا corrupt ہوں لیکن مجموعی طور پر NGO's کا کردار بہت اچھا رہا ہے، انہوں نے بڑی خدمت کی ہے۔ NGO's کے علاوہ سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے بڑی خدمت کی

ہے اور جس نے بھی خدمت کی، الخدمت ہو، عبدالستار ایدھی ہو یا مصطفےٰ ویلفیئر ہو اس کا اعتراف ضروری ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ایم کیو ایم کے حوالے سے دونوں طرف سے تعریف و توصیف کی گئی، یہ خدمت کا اعتراف ہے اور میں سمجھتا ہوں یہ ہونا چاہیے۔ خاص طور سے مولانا راحت حسین صاحب جو آج موجود نہیں ہیں، ان کی گفتگو سے میری ناراحتی دور ہو گئی، مجھے بڑی حد تک راحت ہوئی۔ میرے دوست ثناء اللہ بلوچ نے کہا کہ کراچی میں 2800 Industrial Units ہیں، اس وجہ سے خدمت نہیں کی گئی۔ Industrial Units اور صوبوں میں بھی ہیں لیکن یہ خدمت کا جذبہ تھا جس کے تحت خدمت کی گئی اور کشمیر، سرحد، بالا کوٹ وغیرہ میں MQM کا کوئی vote bank نہیں ہے، کوئی مقصد یا سیاست پیش نظر نہیں تھی، بس خدمت کی نیت سے خدمت کی گئی ہے سیاست کی نیت سے نہیں اور اس وقت ایم کیو ایم نے خدمت میں اپنا لوہا منوایا ہے۔ صرف یہاں ہی نہیں کی، ایران میں جب بام کے مقام پر زلزلہ آیا، میں نے خود مدد کی اور وہاں پر سامان پہنچایا، سونامی میں خدمت کی ہے۔ جو خدمت کرتا ہے اس کی جزا اس کو ملتی ہے اور انسانی خدمت سب سے بڑی عبادت ہے۔ اصل عبادت یہی ہے کہ انسانی خدمت کی جائے اور آج جس جس نے خدمت کی ہے وہ قابل احترام ہے لیکن کم از کم اب غلط فہمیاں، misunderstandings جو تھیں وہ دور ہو جانی چاہئیں۔ کل تک جن کو دہشت گرد کہا گیا، آج دنیا نے ان کو خدمت کرتے ہوئے دیکھا۔ پیسے سے خدمت کرنا بہت آسان ہے لیکن میدان میں کود کر، افرادی قوت کے ساتھ، ہزاروں volunteers کے ساتھ ان آفت زدہ علاقوں میں جا کر خدمت کرنا، میں سمجھتا ہوں کہ کار دارد ہے۔

فوج کی بات ہوئی، تعریف بھی ہوئی، کچھ تنقید زیادہ ہوئی، میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ وقت تھا اور ہے کہ جب فوج اور عوام کاندھے سے کاندھا ملا کر خدمت کر رہے ہیں۔ فوج نے بھی بہترین خدمت کی ہے، فوج بھی ان علاقوں میں جہاں پہنچنا دشوار تھا، پہنچی ہے، میں نے خود تمام علاقوں کا دورہ کیا ہے مجھے معلوم ہے۔ فوج خود متاثر تھی، فوج کی خود بہت زیادہ casualties ہوئیں تھیں لیکن فوج نے اپنی لاشیں اٹھانے پر عوام کی خدمت کو ترجیح دی اور ان کی لاشیں نکالیں۔ ذرا سوچیں اور اندازہ کریں کہ فوج نے جو کچھ کیا وہ نہ کرتی تو آج کیا ہوتا؟ فوج نے یہ کسی پر احسان نہیں کیا، فوج کا یہ فرض تھا جو ادا کر رہی ہے اور اگر وہ اپنا فرض

دیانتداری سے ادا کر رہی ہے تو پھر اس پر تنقید کیوں؟ متاثرین کو اس سے غرض نہیں کہ ان کی خدمت کرنے والا وردی میں ہے یا بغیر وردی کے ہے، وہ مسلمان ہے یا کافر ہے، وہ تو یہ دیکھ رہے ہیں کون ان کی دادرسی کے لیے آیا ہے، کون ان کی جانوں کو بچا رہا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہم ناروا تنقید کریں۔ ہاں مثبت تنقید بھی ضروری ہے، رانجھا صاحب نے جو گفتگو کی میں ان کی حرف بہ حرف تایئد کرتا ہوں۔ Relief Commissioner سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن فوج سے نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ریلیف کمشنر غالباً فوجی ہے۔ ظاہر ہے جو انہیں شکایت ہے وہ مجھے بھی ہے۔ عبدالستار ایدھی صاحب کو بھی یہی شکایت تھی، ان کا بھی consignment روکا گیا۔ ہمارا بھی جو consignment آ رہا تھا وہ بھی روکا گیا اور اسے صدارتی ریلیف فنڈ میں لے لیا گیا۔ لیکن ہم نے کہا چلو ٹھیک ہے۔ ہم نے اپنا کام کردیا اب وہ ہمارے نام سے نہ سہی صدارتی ریلیف فنڈ میں گیا، کوئی بات نہیں۔ لیکن کم از کم جو اتنے اہم عہدے پر فائز ہو اس کے طور طریقے بھی تو انسانی ہونے چاہییں اور لوگوں کی رسائی تو اس تک ہونی چاہیے۔ افسوس تو یہاں یہ ہے کہ افسروں تک رسائی نہیں ہوتی۔ یہ جو مثبت تنقید کی گئی ہم اس کی بھی حمایت کرتے ہیں کم از کم ریلیف کمشنر کو احساس ہونا چاہیے کہ جو لوگ خدمت کے جذبے کے تحت آگے بڑھ رہے ہیں ان کو کم از کم سنا جائے اور ان کے grievances ہیں وہ دور کیے جائیں تاکہ لوگوں کی حوصلہ شکنی نہ ہو جو خدمت کرنا چاہتے ہیں۔

تمام سیاسی جماعتوں نے خدمت کی اور کرنا چاہیے تھی یہ وقت ہی ایسا ہے۔ باہر سے بھی خدمت کرنے والے آئے ہیں اور خدمت کر رہے ہیں۔ یہ وہ موقع تھا کہ پوری قوم متحد ہوئی ہے۔ ایس ایم ظفر صاحب نے کہا کہ ۸ اکتوبر سے پہلے کا پاکستان اور ۸ اکتوبر کے بعد کا پاکستان اور ہے۔ اب ہمیں ۸ اکتوبر کے بعد کے حالات کی روشنی میں سوچنا اور اقدامات کرنے چاہییں۔

ایک بات جو تواتر کے ساتھ کہی گئی کہ ہمارے پاس تیاری نہیں تھی یا تاخیر ہوئی امدادی کاموں میں۔ نثار میمن صاحب نے تفصیل کے ساتھ وجوہات بتائیں۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ تاخیر ہوئی ہو گی۔ لیکن

"ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا"

بلاسبب تاخیر نہیں ہوئی ہو گی۔ فوج سب سے زیادہ affected ہوئی اور اس مقام کو جا کر دیکھیں

جہاں زلزلہ آیا ہے۔ کتنی زیادہ وہاں پر فوج کی deployment تھی ، فوج کس قدر متاثر ہوئی ہوگی۔ تو ظاہر ہے کہ اچانک فوج کی movement اس کرعت کے ساتھ بعض اوقات ممکن نہیں ہوتی، بہرحال جو کام ہوا وہ مجموعی طور پر قابل تعریف ہے۔ خواہ وہ کسی نے کیا ہو۔ یہ بات کہ ہم پہلے سے تیار نہ تھے، ہم نے ادارے نہیں بنائے تھے، ہمارے پاس مشینریز نہیں تھی، ہمارے پاس equipment نہیں تھے، بجا ہے۔ لیکن میں پوچھوں اس کا قصوروار کون ہے؟ یہ ملبہ تو ماضی کی تمام حکومتوں پر گرتا ہے۔ موجودہ حکومت تو چھ سال سے برسر اقتدار ہے۔ ماضی کی حکومتوں نے اس دن کے لیے کیا تیاری کی تھی؟ انہوں نے کیوں نہیں مشینری اور دیگر آلات مہیا کر رکھے تھے؟ Proper geological surveys کیوں نہیں ہوئے تھے؟ اور پھر گستاخی معاف، صوبہ سرحد میں تو ہمارے دوستوں ایم ایم اے کی بلاشرکت غیرے حکومت گزشتہ تین سالوں سے ہے انہوں نے وہاں کیا انتظامات کیے تھے؟ کیا وہ اس دن کے لیے تیار تھے؟

(مداخلت)

سینیٹر محمد عباس کمیلی: بھئی دیکھو! میں خاموشی کے ساتھ آپ لوگوں کو سنتا رہا ہوں اب خدا کے واسطے کچھ معروضات پیش کرنے دو۔ بلاشرکت غیرے تین سال سے حکومت ہے وہاں پر ایم ایم اے کی اور صوبہ بلوچستان میں بھی نصف حکومت تو ہے ہی، اور یہ زلزلے آتے رہے ہیں۔ اور اکثر آئے ہیں۔ پشاور میں آئے ہیں۔ میں خود آٹھ دس سال پہلے پشاور میں تھا تو زلزلہ آیا تھا۔ بلوچستان کا بھی ذکر ہوا وہاں پر بھی آتے رہے ہیں۔ تو پھر وہاں کی حکومتوں کو بھی زیادہ تیاریاں کرلینی چاہییں تھیں۔ یہاں تو پہلی بار آیا ہے۔

بہرحال اب جو donors conference ہوئی۔ تو ظاہر ہے کہ یہ موقع کونسا تھا۔ یہ موقع اتحاد و یکجہتی show کرنے کا تھا یا یہ موقع ایسا تھا کہ ہم عوام کو بھی مایوس کریں اور باہر والوں کو منفی پیغام دیں۔ کیا یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ ہم ایک نہیں ہیں۔ یقیناً transparency ہونی چاہیے لیکن کون کہتا ہے کہ transparency نہیں ہوگی۔ سبھی کہہ رہے ہیں کہ ہوگی تو پارلیمانی کمیٹی میں بھی دعوت دی گئی اس میں بھی شرکت کر لی جائے، transparency کو ensure کیا جائے تو یقیناً مقصد حاصل ہو سکتا ہے، اگر مطلب

transparency ہو لیکن اگر مقصد تنقید ہو تو ابھی تو کام کا آغاز ہے' اگر ہم ابھی سے چلانا شروع کردیں کہ چور آیا' چور آیا تو یہ کونسی انصاف کی بات ہے۔

بہرحال ہمیں اب ہوش میں آجانا چاہیے۔ This is a wake up call. جیسا کہ ایس ایم ظفر صاحب نے بھی کہا کہ ہمیں بیدار ہوجانا چاہیے۔ زلزلے کیوں آتے ہیں' کس لیے آتے ہیں۔ یہ بحث اپنی جگہ ہے لیکن آتے ہیں اور ماضی میں جب کبھی قدرتی آفات آئی ہیں تو' ایک بات اور جناب چیئرمین صاحب! کوئی حکومت برسراقتدار رہی ہو ہمیشہ فوج ہی کو امدادی کاموں کے لیے طلب کیا گیا۔ خواہ سیلاب آیا ہو یا کوئی اور آفت آئی ہو۔ خواہ law and order situation پیدا کی گئی ہو یا پیدا ہوئی ہو تو فوج ہی سے مدد لی ہے ماضی کی حکومتوں نے بھی۔ تو اگر آج پھر فوج خدمت انجام دے رہی ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی عیب ہے۔ یہ موقع ہی ایسا ہے۔ فوج کیا کراچی کی پولیس نے بھی کام کیا ہے اور کراچی کی پولیس بھی آئی ہے۔ یہ تو انسانی فریضہ تھا ہر ایک کا اور ہر ایک نے اپنا وہ فریضہ ادا کیا۔ پورا ملک relief camp بن چکا تھا۔ کراچی میں گلی گلی camps لگے ہوئے تھے۔ لوگوں نے راتوں کو جاگ جاگ کر رمضان المبارک کے مہینے میں relief فراہم کیا ہے اور تبھی آج کام آگے بڑھ رہا ہے۔

ایک بات جس کی میں چاہتا ہوں کہ وضاحت ہو جائے۔ علمائے کرام موجود ہیں۔ اس پر ہلکی پھلکی گفتگو ہوئی لیکن نہیں معلوم کیوں وضاحت نہیں ہوئی۔ قوم میں confusion ہے کہ یہ عذاب تھا یا کیا تھا؟ یہ قدرتی آفت تھی یا اللہ کی طرف سے عذاب تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ confusion جو پیدا ہو چکا ہے یا کیا گیا ہے یہ دور کر دوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ عذاب تھا' اس لیے کہ قرآن و سنت کا مطالعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ دنیا میں عذاب یونہی نہیں آ جاتا بلکہ عذاب آنے سے پہلے تنبیہہ کی جاتی ہے ' انتباہ کیا جاتا ہے' warnings دی جاتی ہیں اور اس کے بعد عذاب آتا ہے' جب کوئی قوم سنبھلتی نہیں اور جب عذاب آتا ہے تو جو صاحبان ایمان ہوتے ہیں انہیں بچا لیا جاتا ہے جیسے کشتئی نوح میں جو ایمان لانے والے تھے انہیں بچا لیا گیا تھا لیکن قرآن میں ان قوموں کا تذکرہ ضرور ہے جن پر عذاب آیا۔ دنیا میں عذاب مسلسل آئے لیکن قرآن نے ہر مقام پر یہی کہا کہ دیکھو کسی قوم پر عذاب ہم کب نازل کرتے ہیں۔ ہر جگہ جہاں کسی قوم کو ہلاک کرنے کا ذکر ہے وہاں پر قرآن نے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ لما ظلموا' یہ وہ

وادیاں ہیں جنہیں ہم نے تباہ کر دیا' یہ وہ آبادیاں ہیں' یہ وہ قریے ہیں جنہیں ہم نے تباہ کر دیا کیوں انہوں نے ظلم کیا تھا' انہوں نے ظلم کی انتہا کی تھی۔ فرعون پر بھی عذاب آیا' فرعون کا بھی ذکر موجود ہے' قوم ثمود کا بھی ذکر موجود ہے' عاد کا بھی ذکر موجود ہے لیکن ظلم بنیاد بنتا ہے عذاب اور ظلم ہی جب انتہا سے بڑھ جائے تو یہ سوچنا کہ----اور یہ تو پھر رحمت کا مہینہ تھا' رمضان کا مہینہ تھا' عبادت کا مہینہ تھا' اس میں بچے بھی لقمہ اجل بن گئے۔ ہاں جیسا کہ مولانا ابراہیم نے کہا کہ امتحان' امتحان ضرور ہو سکتا ہے' ابتلا ضرور ہوسکتی ہے' امتحان مومنین ہی کا لیا جاتا ہے' امتحان صاحبان ایمان ہی کا ہوتا ہے' ابتلا سے ایمان والوں ہی کو گزارا جاتا ہے تاکہ پتا چلے کہ کون صابر ہے اور کون نہیں۔ کون سچا ہے اور کون نہیں۔

جناب چیئرمین۔ وقت کا خیال رکھیے۔

سینیٹر محمد عباس کمیلی ۔جی! زلزلوں کا ذکر قرآن میں بھی ہے ۔ یہاں تک کہ سورۃ الاحزاب میں بھی جب قرآن نے میدان کا نقشہ کھینچا ہے" یہ وہ موقع تھا کہ جب ہم نے ایمان والوں کا امتحان لیا اور وہ زلزلوں سے گزارے گئے' ان پر زلزلے آرہے تھے"۔ ارشاد ہوتا ہے۔" کیا تم سمجھتے ہو یوں ہی تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے کہ جب تک تم پر وہ آفتیں اور مصیبتیں نہیں آئیں جو تم سے پیشتر امتوں پر آئی تھیں کہ جو بری طرح سے مصائب اور تنگدستیوں میں مبتلا کیے گئے اور ان پر زلزلے بھی آئے' وہ زلزلوں سے بھی گزارے گئے"۔ تو یہ قرآن ہے زلزلوں سے گھبرا نہیں جانا چاہیے بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ زلزلہ آفت نہیں' مصیبت نہیں' عذاب نہیں بلکہ رحمت ثابت ہوا' سوچیے آٹھ اکتوبر سے پہلے کیا تھا اور اس کے بعد کیا ہوا' آٹھ اکتوبر سے پہلے تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے 'زلزلے کے نتیجے میں" تمہارے دل جڑ گئے' تم آپس میں ایک ہو گئے' تم شیروشکر ہوگئے' تم بھائی بھائی ہو گئے"۔ تم نے ایک دوسرے کا درد محسوس کیا' کل تک تم ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے کے روادار نہیں تھے کل تک تم میں صوبائیت تھی' کل تک تم میں عصبیت تھی' کل تک تم میں فرقہ واریت تھی لیکن جیسے ہی زلزلہ آیا پورے ملک کے اکناف و اطراف سے لوگ بغیر یہ دیکھے ہوئے کہ کس کا عقیدہ کیا ہے' کس کا دین کیا ہے' کس کا مذہب کیا ہے' ہر شخص دوڑ پڑا' ہر شخص سامان لاد کر

راتوں رات ٹرکس بھر کر، پوری قوم دوڑ پڑی اور یہی نہیں بلکہ بیرونی ممالک سے بھی امداد آنے لگی، کفار، مشرک سب نے امداد بھیجی ۔ اب دیکھیں، سارے barriers ختم ہو گئے۔ ساری نفرتیں ختم ہوگئیں۔ ساری عصبیتیں ختم ہوگئیں، نہ مدد کرنے والوں نے دیکھا کہ ہم کس کی مدد کر رہے ہیں اور نہ مدد قبول کرنے والوں نے سوچا کہ کون مدد کر رہا ہے، یہ کافر ہے یا مسلمان ہے۔ سارے رشتے ٹوٹ گئے فقط ایک انسانیت کا رشتہ رہا۔ فقط ایک انسانیت کا رشتہ جو بنیادی رشتہ ہے وہ باقی رہا۔ ہم سب بحیثیت ایک انسان کے ایک دوسرے کی مدد کر رہے تھے تو یہی وہ جذبہ ہے جسے برقرار رکھنا چاہیے۔ شعر

تو سب سے پیشتر فقط انسان ہے نہ بھول

اور اس کے بعد گبر و مسلمان ہے نہ بھول

اس کے بعد اب میں ایک اور مسئلے کی طرف آنا چاہتا ہوں کہ بعض اطلاعات کے مطابق واپڈا نے electric rates میں، دو روپے فی یونٹ کا اضافہ کیا ہے چونکہ کے ای ایس سی کو واپڈا بجلی مہیا کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ کراچی والوں کے لیے بہت بڑا ظلم ہے، یہ discrimination ہے، یہ نہیں ہونی چاہیے۔ یہ privatization کے بعد ہوا جبکہ اس کی ایک شق یہ بھی تھی اور شرط بھی تھی کہ سات سال تک ریٹس نہیں بڑھائے جائیں گے یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی تو ایسے وقت میں جبکہ مہنگائی اس قدر عروج پر ہے۔ ساڑھے چار روپے unit cost کر رہا ہے اور سات روپے جا کر پڑے گا تو بتائیے کہ کراچی والوں کا کیا قصور ہے ؟ ان کے ساتھ یہ سلوک کیوں ہو رہا ہے ؟ میں گزارش کروں گا کہ یہ اضافہ فوری طور پر واپس لیا جائے اور کراچی والوں پر یہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ میں اپنے دوست احمد علی صاحب کو بھی خراج عقیدت پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی تین سال کی تنخواہ Senate Relief Fund میں دی ہے ۔میں چاہتا ہوں یہی جذبہ ہونا چاہیئے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ جی قاری عبداللہ صاحب۔

سینیٹر قاری محمد عبداللہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (عربی)۔ ترجمہ، یہ سچ ہے کہ وصال کی صدیاں لمحوں میں گزر جاتی ہیں مگر فرقت کے لمحات صدیوں میں بسر ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے جو بات ہمارے فاضل ممبر نے کہی، یہ پہلی دفعہ ہمیں معلوم ہوا کہ وہ سینیٹ کی ممبری کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑے مجتہد بھی ہیں، انہوں نے بڑی عالمانہ، فاضلانہ، ناصحانہ، مفکرانہ، مفسرانہ، ادیبانہ، اس انداز سے تقریر فرمائی، جو تاریخ کا ایک record بن چکی ہے اور انہوں نے جو ارشادات فرمائے، زلزلے میں سورۃ الاحزاب کی آیات بھی پڑھیں، میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ وہاں یہ زلزلہ مراد نہیں اور نہ کسی نے یہ زلزلہ مراد لیا ہے۔ اس کے بعد سورۃ البقرہ کی جو آیات پڑھیں ان میں بھی یہ زلزلہ مراد نہیں جو انہوں نے ارشاد فرمایا۔ بہرحال ان کا مطالعہ ہے، یہ تحقیق کی بات ہے۔ تنقید اس لیے کی جاتی ہے کہ بات کے اندر جو کمزوری ہو اس کو نکالا جائے۔ ویسے تو برِّصغیر کے سب سے بڑے ادیب اور اردو کے بے تاج بادشاہ مولانا ابوالکلام آزاد نے کہا کہ آج ہم زلزلوں سے ڈرتے ہیں، ایک وقت تھا کہ ہم خود زلزلہ تھے۔ یعنی ان کی مراد یہاں یہ زلزلہ نہیں ہے جو ابھی آیا ہے۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلی بات یہ ہے، حدیث شریف میں آتا ہے، ابو داؤد شریف کی حدیث ہے، صحاح ستہ کی مشہور کتاب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زلزلہ آیا اور آپ نے ہاتھ رکھا زمین پر اور فرمایا تو کیوں ہل رہی ہے اور آج تک تجھ پر ظلم تو نہیں ہوا۔ اور اس کے بعد صحابہ کو جمع فرمایا اور کہا کہ اس میں تمہارا امتحان ہے اور تمہیں انصاف دلانے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اس کے بعد جناب رحمت کائنات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ باقاعدہ ابن ماجہ کی صحیح حدیث ہے، العشرۃ الشیخین، ان کو معلوم ہے، فرمایا کہ میری امت پر تین قسموں کا عذاب آئے گا۔ جب میری امت جھوٹ بولے گی تو ان پر ایسا عذاب آئے گا کہ ان کے بڑوں نے اس کا نام نہیں سنا ہوگا اور وہ زلزلے کی شکل میں ہوگا، قتل و قتال کی شکل میں آئے گا، عصبیت کی شکل میں آئے گا تو بات 19, 20 کی نہیں بلکہ رات اور دن کا فرق ہے۔ انہوں نے جو بات کہی اور جس انداز سے کہی اور میں انہیں خراج تحسین بھی پیش کرتا ہوں اور نیازی صاحب کی نذر ایک شعر کرتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ،

وہ زمانہ کیا ہوا جب میری آہ میں اثر تھا
یہی چشم خو تھی یہی دل یہی جگر تھا۔
گل بدلے ہیں گلشن بدلے ہیں رنگ ہائے خیاباں بدلے ہیں

کیا حال ہے اور کیا ماضی تھا اے چشم مورخ کیا دیکھا

تب انسان وقت بدلتے تھے اب وقت نے انسان بدلے ہیں۔

جناب چیئرمین! زلزلے کی پوری تاریخ اور گیارہ تاریخ کو اور جو کرنی تھی، رضا ربانی صاحب نے جس انداز سے پارلیمانی طریقے سے یعنی مقننہ جب قانون بناتی ہے، عدلیہ اس کی تعمیر اور تشریح کرتی ہے، انتظامیہ اس نظام کو چلاتی ہے جناب چیئرمین! تو وہ پوری باتیں اس میں آگئی تھیں اور آج ایک بات، ہم صرف جاپان کے ساتھ مختصر سا موازنہ کریں، اس سے بڑا ظالم کون ہوگا، انہوں نے " لما ظلموا" تو اس میں شک نہیں۔ اس سے پیچھے جو آیات چلتی ہیں وہ اگر سارے کو پڑھتے تو بات تمام ایوان کو سمجھ میں آجاتی۔ میں قرآن کا حافظ بھی ہوں اور اللہ کا فضل ہے کہ چالیس سال سے تراویح پڑھاتا ہوں اور مجھے قرآن کی خدمت کرنے پر یہ سعادت حاصل ہے۔ یہ تو اچھا ہے کہ ان کو آیتیں بھی یاد ہیں لیکن دراصل میں اور یہ، ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ دین کی بات میں، ہم جب بھی بات کریں تو سیاق و سباق کو تمام چیزوں کو اللہ قرآن میں کہتے ہیں کہ (عربی) اے ایمان والوں تم نماز کے قریب مت جاؤ، اللہ نماز کے لیے (عربی) فرما رہے ہیں اور (عربی) کو نہ پڑھے تو کیا معنی نکلیں گے! اس لیے جو حدیث میں، فقہا نے، محدثین نے، مفسرین نے، معلمین نے اور چودہ سو سال ہمارا علمی ذخیرہ ہے انہوں نے جو تعریفات کی ہیں ان کو سامنے رکھ کر مفہوم اخذ کیا جائے۔ ایک بات کرنی ہے وہ یہ کہ آپ دیکھیں کہ زلزلے آئے، بم کی شکل میں جب جاپان پر بم گرائے گئے لیکن اسی تاریخ کو، انہی دنوں برصغیر کی آزادی کے نغمے گائے جا رہے تھے اور کراچی سے لے کر خیبر تک پاکستان کا مطلب کیا؟ (کلمہ طیبہ) کا نعرہ گونج رہا تھا ادھر جاپان پر بم گرائے جا رہے تھے۔ آپ اندازہ لگائیں آج وہ جاپان اس کی تعلیمی شرح سو فیصد ہے اور یہ پاکستان جس کا مطلب (کلمہ طیبہ) تھا! دیوار برلن تو گر چکی ہے لیکن آج قومیت کے نعرے نہیں گرے۔ یہ عجیب بات ہے، آپ اندازہ لگائیں کہ جاپان کو دیکھیں، جس سامان پر جاپان کی مہر لگی ہوئی ہو تو کوئی پوچھتا نہیں وہ کہتے ہیں کہ سب ٹھیک ہے، اس لیے کہ یہ جاپان ہے۔ اگر اس مال پر ہمارے ملک کی مہر ہو تو لوگ شکوک و شبہات سے اس کو دیکھتے ہیں۔ یہ ایک دن کی بات نہیں بلکہ یہ ستاون سال کی اجتماعی غفلت کا نتیجہ ہے۔ یہ ساری چیزیں موجود ہیں اور جو باتیں کرنے کی تھیں وہ مولانا گل نصیب صاحب نے کہہ دیں۔ مجھے ویسے بھی

زیادہ باتیں کرنے کی اجازت نہیں۔ رضا ربانی صاحب نے بھی کہہ دیں۔ آخر میں، میں آپ سے التماس کروں گا کہ تحریک آزادی کے بہت بڑے آدمی، قومی خادم اور ہمارے اسفندیار صاحب کے والد جناب خان عبدالولی خان صاحب بیمار ہیں ان کے حق میں دعا کروا دیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: آمین، دعا کر دیں۔

(اس مرحلے پر خان عبدالولی خان کے لیے دعائے صحت یابی کی گئی)

سینیٹر قاری محمد عبداللہ: ایک بات رہ گئی بے ادبی معاف، انہوں نے فرمایا کہ زلزلہ رحمت ہے۔ پورے حدیث کے ذخیرے میں کہیں بھی زلزلے کو رحمت نہیں کہا گیا۔

سینیٹر محمد عباس کمیلی: میں نے زلزلے کو رحمت نہیں کہا بلکہ جو اس زلزلے سے پہلے انتشار تھا اور آج جو محبتیں ہیں اس حوالے سے زلزلے کو رحمت کہا ہے۔ اس کے نتائج دیکھیں کہ رحمت ہے کہ نہیں۔

جناب چیئرمین: جی بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسماعیل بلیدی: (عربی) جناب چیئرمین! ایک ہفتے سے یہ debate جاری ہے اور میں آپ کی برداشت اور تدبر کو سلام پیش کرتا ہوں کہ بڑے تحمل کے ساتھ تمام مقررین کی تقریروں کو آپ بالکل خاموشی کے ساتھ سن رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: اور کر بھی کیا سکتا ہوں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسماعیل بلیدی: یہاں پر ہمارے ساتھیوں نے جو ارشادات فرمائے۔ جناب چیئرمین! جب یہ زلزلہ آیا اس دن ہم بھی یہاں پر موجود تھے۔ یہ زلزلہ صبح 8.52 پر آیا تھا۔ اس کے بعد سینیٹ کا دس بجے کا اجلاس بھی تھا۔ ہم یہاں پارلیمنٹ ہاؤس میں آئے گیارہ بجے اجلاس شروع ہوا۔ اس وقت تک مارگلہ ٹاور کے علاوہ کسی کو علم نہیں تھا کہ آزاد کشمیر میں، یا بالاکوٹ میں، یا کسی اور جگہ اس طرح کا واقعہ ہوا ہے۔ این جی اوز اور دوسرے میڈیا نے بھی تین بجے سے مارگلہ ٹاور کا ذکر بار بار کیا۔ کسی کو یہ پتا نہیں تھا کہ وہاں پر کیا کچھ ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک حکومت ہونے کے باوجود اور آج کل جدید آلات ہیں، جدید مشینری ہے تو

کیا ہمارے ملک میں اس سے پہلے اس چیز پر غور نہیں کیا گیا۔ ان حالات کے پیش نظر یہاں پر ایسے انتظامات کیے جائیں جس سے ایسے واقعات کی فی الفور اطلاع مل جائے۔

جناب چیئرمین! زندہ لوگوں کو نکالنے کا جو مسئلہ تھا وہ صحیح نہیں تھا وہ ہمارے سامنے چیخ رہے تھے، وہ پکارتے تھے کہ ہمیں پانی دو، ہمیں خدا کے لیے نکالو لیکن ہم بے سروسامان بے بس کھڑے تھے۔ اب حکومت کہتی ہے کہ ہمارا انتظام مکمل تھا لیکن جناب! اگر اس وقت نکالنے کا انتظام ہوتا تو پھر کئی ہزار لوگ مرنے سے بچ جاتے۔ تین دن کے بعد انگلینڈ، چائنہ اور جاپان وغیرہ نے اپنے لوگ جدید آلات کے ساتھ بھیجے جنہوں نے کافی زندہ بندے نکالے۔ اگر یہ آلات اور مشینری ہمارے پاس ہوتی تو اتنا نقصان نہ ہوتا۔

جناب! ایک اور بات ہے کہ 1959ء میں جب اسلام آباد میں دارالخلافہ بنانے کا فیصلہ ہوا تو اس وقت گرین اریفک نامی ایک Planner تھا اس نے باقاعدہ report دی کہ اسلام آباد کی زمین زلزے کی range میں ہے اس لیے یہاں دارالخلافہ نہ بنایا جائے۔ اس وقت تجویز میں ملتان اور بہاولپور کے علاقے بھی تھے لیکن چونکہ جناب ایوب خان کا تعلق ہزارہ سے تھا اس لیے یہ سب کچھ ہوا۔ یہاں سے مظفرآباد کوئی سو کلو میٹر ہے۔ آپ مری جائیں اس کی lights کو آپ دیکھ سکتے ہیں۔

جناب ابھی بھی جو سروے ہو رہے ہیں ان کی reports میں ابھی بھی کہا جا رہا ہے کہ اسلام آباد خطرے میں ہے۔ یہاں اہم ادارے بھی موجود ہیں۔ اس وقت National Assembly اور Senate دونوں کے اجلاس بھی ہو رہے تھے۔ یہاں ہمارے صدر اور وزیر اعظم بھی تھے اگر کچھ ہو جاتا پھر ایسا crisis آجاتا کہ ہمیں دوبارہ elections کرانے پڑتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس report پر غور کرنا چاہیے کہ دارالخلافہ بناتے وقت اس پر غور کیوں نہیں کیا گیا۔

جہاں تک Donors' Conference کا تعلق ہے اس میں جو امداد ملی ہے وہ ایک ارب 90 کروڑ ڈالرز ہیں باقی soft loan کے طور پر دینے کے وعدے ہیں۔ میرے خیال میں اس Donors' Conference سے پہلے نیشنل اسمبلی اور سینیٹ کا مشترکہ اجلاس بلانا چاہیے تھا۔ اس کے علاوہ All Parties Conference بلانی چاہیے تھی۔ تمام اپوزیشن کے Heads کو بلانا چاہیے

تھا اور ان سے مشورہ کرنا چاہیے تھا۔

جناب والا! یہ ایک بہت بڑا بحران تھا اور ایک امتحان ہے اور اس سے نکلنے کے لیے سب کے تعاون کی ضرورت ہے لیکن آج تک حکومت نے یہ محسوس نہیں کیا اور 'Donors Conference میں صدر محترم مشرف نے اور وزیر اعظم نے ان پارٹیوں اور donors کا ذکر بھی نہیں کیا تو میں سمجھتا ہوں اس نے ایک بڑی غلطی کی اور یہ ایک اچھا موقع تھا جو انہوں نے miss کر دیا۔ چاہیے یہ تھا کہ جب باہر سے donor لوگ آ رہے تھے، اس پروگرام میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو ہونا چاہیے تھا، اس پروگرام میں قاضی حسین احمد صاحب کو بھی ہونا چاہیے تھا، اس پروگرام میں مخدوم فہیم صاحب کو بھی ہونا چاہیے تھا اس پروگرام میں رضا ربانی صاحب کو بھی ہونا چاہیے تھا، تمام پارٹیوں والے اکٹھے جاتے۔ تمام دنیا کو یہ تاثر دیتے کہ جناب اس مسئلے کے لیے ہم سب اکٹھے ہیں۔ ہمیں رسمی طور پر حکومت نے آخری دنوں میں جب ایک دن باقی تھا، کچھ دعوت نامے جاری کیے جیسے کسی شادی میں کوئی دعوت نامہ جاری کرتا ہے کہ رضا ربانی صاحب! آپ کو دعوت ہے کہ کھانے میں آ جائیے، donors conference میں آجائیے، یہ کوئی دعوت ہے؟ اس میں کیا قباحت تھی، اتنی آمریت، اتنی ضد، اگر اس معاملے میں آپ سب کو دو دن پہلے بلا لیتے، ایک ہفتہ پہلے ایک کمرے میں ان کو invite کرتے کہ آپ آ جائیں، آپ کے کیا مشورے ہیں، donors conference کا ایجنڈا کیا ہونا چاہیے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک بہتر message پوری دنیا کو convey ہو جاتا لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ یقیناً اس المیے میں، اس سلسلے میں بغیر پارٹی اختلاف کے، سیاست سے بالاتر ہو کر پوری قوم نے جس جوانمردی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا، اس میں تعاون کیا، پوری قوم قابل تحسین ہے۔ پوری قوم مبارکباد کی حق دار ہے کہ یہ ثابت ہو گیا کہ اگر ایسے حالات ہم پر آ جائیں تو اس وقت ہم رنگ و نسل نہیں دیکھتے ہم سب اکٹھے ہو کر اس آفت، اس امتحان کا مقابلہ کرتے ہیں اور تمام پارٹیوں نے جو تعاون کیا، اس میں جو امداد دی وہ بھی قابل مبارکباد ہیں اور ہمارے حکمرانوں نے جس انداز میں بھی کوشش کی، یہ بھی کوئی انصاف نہ ہوگا کہ میں ان کا بھی ذکر نہ کروں۔ صدر محترم نے بھی بیرونی دنیا میں جس انداز میں بھی پوری کوشش کی، invite کیا ان کی توجہ اس طرف دلا دی وہ بھی بہت

اچھی بات ہے انہوں نے بہت اچھا قدم اٹھایا۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب، ہمارے وزراء، ہماری حکومت کی مشینری نے، سب نے جو قدم اٹھایا اس المیے اور اس آفت کے لیے، یہ بہت اچھی بات ہوئی کہ ہم نے دکھایا کہ ہم اس معاملے میں سب اکٹھے ہیں لیکن مولانا گل نصیب نے جو فرمایا کہ یہ عبرت کے لیے امتحان ہوتے ہیں کہ اگر ہم متنبہ نہیں ہوتے ہیں، ہم عبرت حاصل نہیں کرتے ہیں، ہمارا آئین اسلامی ملک کے لیے، اسلامی نظام کے لیے یہ ملک بنا اور آئین میں ہے کہ یہاں کوئی قانون بھی اسلام کے خلاف نہیں بن سکتا ہے۔ یہ ہمارے آئین اور دستور میں موجود ہے لیکن جناب! یہاں پر ایک قانون مجھے دکھائیں کہ آج تک کوئی اسلامی قانون بنا ہے یا اس میں عمل درآمد ہو رہا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی تمام سفارشات کہیں پڑی ہوئی ہیں ان پر عملدرآمد نہیں ہو رہا ہے اور یہاں جو بڑے بنے ہوئے تھے ان کے لیے انصاف ہے، جو چھوٹے، جو متوسط طبقے کے لوگ ہوتے ہیں ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ آپ یہ اندازہ کریں کہ جب صدر پاکستان پر حملہ ہوتا ہے تو دو مہینے کے دوران اس کے ملزم گرفتار ہوتے ہیں لیکن کراچی میں مولانا شامزئی پر جو حملہ ہوتا ہے، وہ قتل ہوتے ہیں، شہید ہوتے ہیں۔ آج تک ان کے ملزمان کا کوئی سراغ نہیں نکالا گیا تو یہاں بڑے لوگوں کے لیے قانون ہے۔ برابری کی بنیاد پر سب صوبوں کو دیکھنا ہے۔ جناب چیئرمین! میرا تعلق بلوچستان، مکران سے ہے۔ آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ یہاں مرکزی حکومت نے بلوچستان کے ساتھ کوئی برابری اور انصاف کی بات کی ہے، تقسیم کی بات ہے ہر level سے انہوں نے بلوچستان کے ساتھ کیا انصاف کیا ہے؟ آپ ہر ڈیپارٹمنٹ میں پوچھیں، پی آئی اے، بنکوں، OGDC، PSO اور باہر کی جو ایمبسیاں ہیں وہاں بلوچستان کا ایک بندہ بھی نہیں ملتا ہے۔ یہ انصاف اور ظلم نہیں ہے؟ اور یہاں دارالخلافہ میں ۴۵ سیکرٹری موجود ہیں، آپ کو ایک بھی بلوچستان کا نہیں ملتا ہے۔ یہ ظلم کے زمرے میں آتا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ عذاب اچانک آتا ہے۔ جناب والا! ہمارے محترم نے جو فرمایا کہ ہمارے لیے رحمت ہے، میں اس کو کبھی تسلیم نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ ایسی رحمت سے ہمیں نجات دے، اللہ تعالیٰ آئندہ ہمارے لیے ایسی رحمت نہ بھیجے۔

جناب چیئرمین: انہوں نے وضاحت کر دی تھی۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: اس کی وضاحت تفصیلی نہیں تھی، اس لیے میں کہتا ہوں کہ یہ عبرت ضرور ہے، امتحان ضرور ہے لیکن رحمت اس لیے کہ ہم اکٹھے ہو گئے، ہم متحد ہو گئے، یہ کوئی دلیل ہے کہ اتحاد اور یک جہتی کے لیے ایک عذاب آگیا، یہ اچھا ہوا کہ ہم اکٹھے ہو گئے، میں اس کو اچھا نہیں سمجھ رہا ہوں۔ بڑے مدبر، فلاسفر، اسکالر اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کہ ایسی تقریر کی۔ ہر کوئی توبہ کرتا ہے کہ یہ سب ہمارے اعمالوں کی وجہ سے آتے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہم دیکھ لیں کہ کیا کر رہے ہیں، پاکستان ایک اسلامی ملک ہے لیکن اس کے باوجود یہاں پر خرافات، یہاں پر فحاشی، یہاں پر عریانی ہے، جو لندن میں نہیں ہوتی ہے یہاں پاکستان میں ہو رہی ہے۔ ہم ثابت کریں کہ اسلامی ملک ہیں، یہاں بازار میں ہماری مائیں، بہنیں بغیر دوپٹے کے بے پردہ گھومتی پھرتی ہیں۔ ہمارے اداروں میں بھی وہ service کرتی ہیں لیکن کوئی پابندی نہیں ہے کہ پردہ کریں۔ ہم اسے اسلامی ملک کہتے ہیں اور ہمارا ملک بھی اسلام کے نام پر بنا ہے تو ہمیں چاہیے کہ ایسی چیزوں سے اجتناب کریں جو اسلام کے خلاف ہیں۔

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! مولانا صاحب نے MMA کی حکومت کی طرف توجہ دلائی کہ انہوں نے کیا کیا۔ جناب چیئرمین! جب یہ واقعہ ہوا تو اسی وقت ہمارے وزیر اعلیٰ درانی صاحب نے فوری طور پر action لیا، تمام اداروں کو alert کیا لیکن میں یہ گلہ ضرور کروں گا کہ آج تک وفاقی حکومت نے سرحد حکومت کو دل سے accept نہیں کیا ہے۔ جب وزیر اعلیٰ درانی صاحب نے گورنر سے کہا کہ ہم ہیلی کاپٹر کے ذریعے affected areas کا دورہ کریں گے تو ان کو ساتھ لے جانے سے گورنر نے انکار کیا اور کور کمانڈر نے انکار کیا۔ جناب! یہ مرکزی حکومت کا رویہ، ہماری حکومت کے ساتھ ہے لیکن میں درانی صاحب کو داد دیتا ہوں، ہم اپنی حکومت کو، مولانا گل نصیب کو، مفتی کفایت اللہ، مولانا ہدایت اللہ شاہ جو سینیٹر ہیں، ان کا مانسہرہ سے تعلق ہے، 80 لوگ صرف ان کے گھر سے شہید ہوئے ہیں تو میں ان کی ہمت کو داد دیتا ہوں کہ پھر یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور بحث کر رہے ہیں۔ انہوں نے فوری طور پر بالاکوٹ اور مانسہرہ میں کیمپ قائم کیے اور الخیر ایک ٹرسٹ ہے، اس کا جمعیت علمائے اسلام

سے تعلق ہے، انہوں نے اعلان کیا کہ ہم دس ہزار گھر بنائیں گے۔ انہوں نے اب تک دس ہزار خیموں کی purchase بھی کی ہے، پانچ ہزار سے زیادہ تقسیم بھی کیے ہیں۔ یہ ایسی باتیں کرتے ہیں، ہم پریس میڈیا کے لوگ نہیں ہیں کہ کوئی فوٹو کھینچیں اور دنیا کو دکھائیں ۔جو کام MMA کی سرحد حکومت نے کیا، وہ قابل تحسین ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی اس سے انکار کرے تو یہ ناانصافی ہو گی۔

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، جی ہاں۔ اب بھی یہ ضرورت ہے کہ یہ جو تعمیر نو کی بات کی جا رہی ہے، یہ جو پیسے ملے ہیں، اس کی monitoring کے لیے، اس پر check and balance رکھنے کے لیے ایک مشترکہ کمیٹی سینیٹ اور قومی اسمبلی کی بنائی جائے کہ یہ نمائندے ہیں تو ان کے ذریعے watch کریں گے ۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ آرمی والے نمائندوں سے کیوں گھبراتے ہیں۔ جب وہاں مانسہرہ کا نمائندہ آرمی والوں سے رابطہ کرتا ہے، وہ اس سے ملنے کے لیے تیار نہیں ہیں ۔ اتنا gap اتنی دوری کیوں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ ہمارے نمائندوں کو کہتے ہیں کہ وہ corrupt ہیں، تو جناب چیئرمین صاحب! میں سمجھتا ہوں کہ فوج میں بھی ایسے لوگ ہیں ، منصور الحق ایک کمانڈر تھا، اس کا بھی فوج سے تعلق تھا، یہ نہیں ہے کہ وہ پاک ہیں۔ لہذا، میں سمجھتا ہوں کہ صرف فوج اس کی صلاحیت اور اہلیت نہیں رکھتی ہے کہ وہ خود یہ تمام کام کرے بلکہ میری تجویز ہے کہ جن جن لوگوں نے donations دی ہیں، امداد دی ہے، حکومت پاکستان ان کو کہے کہ وہ گھر بنائیں، وہ روڈ بنائیں، وہ ہسپتال بنائیں، صرف نگرانی پاکستان کے نمائندے کریں۔

جناب چیئرمین، بلیدی صاحب وقت ختم ہو گیا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، جی، جی۔ میں ختم کر رہا ہوں۔ یہ جو اعتماد ہے، میں سمجھتا ہوں کہ سب پر کرنا چاہیے۔ ایک اکیلے آپ کچھ نہیں کر سکتے ہیں، یہ جو لوگ انگلی اٹھاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جی یہ پیسے تو ملیں۔ جناب ! اس کی مثال موجود ہے کہ جس طرح ہماری سرکاری بلڈنگز کا بالاکوٹ اور آزاد کشمیر میں نقصان ہوا لیکن پرائیویٹ بلڈنگز کا کوئی نقصان نہیں

ہوا، کیونکہ وہاں تو ٹھیکیدار اور آپ کے افسران ملی بھگت سے پیسے کھاتے تھے، ناقص میٹریل استعمال کرتے تھے، اس وجہ سے وہ بلڈنگیں ختم ہوگئیں اور ہمارے بچے اس ملبے میں دب گئے۔ اگر یہ نظام شفاف ہوتا، انصاف ہوتا، ایمانداری ہوتی تو اس ملک کا یہ حال نہ ہوتا۔

میری ایک تجویز یہ بھی ہے کہ جس طرح باہر کے لوگوں کے لیے Donors Conference بلائی گئی تھی، اسی طرح یہاں سرمایہ کاروں کے لیے پاکستان میں بھی ایک Donors Conference بلائی جائے تاکہ یہاں کے جو سرمایہ کار ہیں ان کی توجہ بھی دلائیں کہ آپ اتنے اربوں روپیہ کماتے ہیں، اگر ہر سرمایہ کار اور کارخانے والے کوئی 50,100,1000 گھروں کا اعلان کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ملک میں اس کی بہت ضرورت ہے کہ ان کو بلانا چاہیے۔ اب بھی وقت ہے اور حکومت دیر نہ کرے، تمام اپوزیشن کو دعوت نامہ جاری کرے۔ وزیراعظم کو یہ creditجاتا ہے کہ جو مشترکہ کمیٹی بن رہی ہے باقاعدہ ان کو دعوت دے کر شامل کیا جائے اور وہ جو تمام منصوبے بنا رہے ہیں اس میں ان کو اعتماد میں لیں تاکہ پوری دنیا کو دکھائیں کہ اس مسئلے کے لیے اکٹھے ہیں، کوئی اختلاف نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! جو لوگ شہید ہوئے ہیں ہم ان کی مغفرت کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

جناب چیئرمین، بس اب ختم کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، جناب! آخر میں، میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ہم پر ایک امتحان ہے۔ ہم اللہ سے دعا کریں کہ ہم ایسے امتحان کے متحمل نہیں ہیں، ہم کمزور ہیں، یا اللہ ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے، ایسے امتحانات سے ہمیں بچا۔ ہم ضرور گناہگار ہیں، ہم بخشے نہیں جا سکتے لیکن آپ رب العالمین ایسے امتحانوں سے ہمیں بچائیں۔ وہاں جو نقصانات ہوئے پوری قوم کو اس کا درد ہے۔ فوج نے جو emergency میں کام کیا وہ بھی قابل داد ہے، اس سے ہم انکار نہیں کرتے لیکن بات یہ ہے کہ تعمیر نو کے لیے فوج کے ساتھ تمام نمائندوں اور تمام طبقے کی ایک کمیٹی ہونی چاہیے۔ سردی قریب ہے، اس کے لیے بالکل انتظام ہونا چاہیے چونکہ یہ دسمبر اور جنوری کی سردی بہت سخت ہے۔ ہمارے ساتھی گئے ہیں ابھی تک بعض ایسے علاقے ہیں کہ جہاں

پر لوگ ملبے میں دبے ہوئے ہیں، ابھی تک انہوں نے لاشیں نہیں نکالی ہیں۔ اب بھی جو غلطیاں ہیں اور کمزوریاں ہیں دور کرنی چاہییں۔

پریس نے جو role ادا کیا وہ بھی قابل تحسین ہے اور وہ مبارکباد کے مستحق ہیں، انہوں نے فوری طور پر پوری دنیا کی توجہ یہاں مبذول کراوئی۔ بڑی بڑی مشکل جگہوں پر پریس، PTV, ARY والے پہنچ گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم ان کا ذکر نہ کریں تو یہ ظلم ہو گا۔ لہذا جناب چیئرمین! آپ نے جو سینیٹ کے فنڈ کے حوالے سے اور پوری دنیا میں جو کردار ادا کیا یہ بھی قابل تحسین ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مشترکہ تمام اپوزیشن، all parties کی meeting بلا کر اس میں ایک مشترکہ کمیٹی تشکیل دینی چاہیے، یہ کام جتنا بھی جلدی ہو سکے ہمیں کرنا چاہیے۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Ms. Sadia Abbasi, on point of clarification.

سینیٹر سعدیہ عباسی، جناب! ہو سکتا ہے میں نے غلط سنا ہو کہ بلیدی صاحب نے خواتین کے بارے میں کوئی remark دیا تھا۔

So, I would like to have a record of the Senator to what he said but if he passed adverse remarks against the women of the country then they should be expunged.

Mr. Chairman: I don't think so, I will check that.

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، نہیں جناب! میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے۔

جناب چیئرمین، میں نے یہی کہا ہے کہ میں check کر لوں گا اگر ایسی بات ہے تو we will do. سیکریٹری صاحب اس کو ذرا check کر لیجیے گا۔ جی ساجد میر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر ساجد میر، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب چیئرمین! جو تقریریں اس آفت کے حوالے سے ہوئی ہیں۔ ادھر سے ہونے والی تقریروں میں سے تین تقریریں میں نے خصوصی دلچسپی سے سنی ہیں۔ جناب مشاہد، جناب نثار

میمن اور جناب ایس ایم ظفر صاحب کی تقاریر میں نے دلچسپی سے سنی ہیں۔ جناب میمن اور جناب مشاہد حسین نے relief operation کے سلسلے میں مجموعی طور پر بڑی خوبصورت picture پیش کی۔ خصوصاً میمن صاحب نے کہا کہ بغیر کسی تاخیر کے یہ operation شروع ہوا اور پھر کسی قسم کی کوئی سستی نہیں ہوئی۔ اسی طرح کچھ تجاویز اور کچھ balance مشاہد صاحب نے رکھا۔ میں چاہتا تھا کہ تینوں حضرات یہاں موجود ہوتے لیکن اتفاق سے موجود نہیں ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں باہر میری بات کو سن رہے ہوں .بہرحال ان تک میری بات پہنچ جائے گی۔ مشاہد صاحب ویسے بھی ہمارے دوست ہیں اور ان کی تقریر سننے کے بعد میں نے یہ سوچا کہ وہ ایک محاورہ ہے کہ .all is well that ends well اس میں تھوڑی سی تبدیلی کرنی چاہیے کہ all is well when Mushahid tells. اور اسی طرح یہ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ all is well when Memon tells. جہاں تک جناب ایس ایم ظفر صاحب کا تعلق ہے وہ ہم سب کے لیے قابل احترام ہیں۔ انہوں نے بھی علمائے کرام کے درمیان جو بحث چلی ہے اس میں بڑے خوبصورت طریقے سے حصہ لیا اور اپنا تبصرہ کیا کہ ایسے واقعات کا عذاب و ثواب سے یا دوسرے لفظوں میں عمل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس نکتے کو ہمارے بعض دانشورقسم کے یا دانشور سمجھے جانے والے اخبار نویس بہت اچھال رہے ہیں۔

جناب والا! حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ اللہ بغیر اسباب کے بھی سب کچھ کر سکتا ہے لیکن وہ جو کچھ کرتا ہے اسباب کے ذریعے کرتا ہے۔ وہ عظیم و حکیم ہے۔ انسان کا عمل جو ہے وہ بھی ایک سبب ہے۔ .One of the causes وہ بھی ہے۔ باقی اگر اسے صرف European plates اور Indian plates تک محدود رہنے دیا جائے تو جو لوگ اس سے سیکھنا چاہتے ہیں اور عبرت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ بھی کہیں گے کہ ٹھیک ہے۔ Natural process ہے ہو گیا تو ہو گیا۔ تو اس لیے اس سلسلے میں ایک درمیانہ سا راستہ اختیار کرنا چاہیے کہ اس کا تعلق عمل سے بالکل کاٹ دینا کہ ایسی آفات کا انسانی عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں کہوں گا کہ بالخصوص حکام کے عمل سے نہیں ہوتا۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ مجھ سے بہتر جاننے والے موجود ہیں کہ ایسی چیزوں کا تعلق باقی چیزوں کے علاوہ' natural process کے علاوہ' natural causes کے علاوہ عوام کے عمل سے بھی ہوتا ہے اور حکام کے عمل سے بھی ہوتا

ہے۔ محترم قاری عبداللہ صاحب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے زلزلے کے حوالے سے جو بات کی ہے۔ میں نے جہاں تک پڑھا ہے۔ ان کی بات اپنی جگہ پر درست ہے لیکن ایک واقعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی ہوا۔ زلزلہ آیا تو ارتعاش ہوا زمین میں۔ تو انہوں نے اس وقت جو الفاظ کہے وہ بڑے قابل غور ہیں۔ تاریخ بتلاتی ہے اور انہوں نے کہا کہ (عربی) زمین تو کیوں ہلتی ہے، کیوں ہمیں مارنے پر تلی ہوئی ہے؟ میں تو عادل ہوں' میں نے ظلم نہیں کیا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ عوام اور حکام دونوں کے عمل سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ ساغر ایک شاعر تھا۔ وہ جیسا بھی شاعر تھا سب جانتے ہیں لیکن اس نے بھی غلط بات نہیں کہی تھی کہ

جس دور میں لٹ جائے غریبوں کی کمائی

اس دور کے سلطان سے کوئی بھول ہوئی ہے

بہرحال اس بات کو طول دیے بغیر میں یہ گزارش کروں گا۔ میں نے ایس ایم ظفر سے کہا تھا کہ ایک دو باتوں سے میں اختلاف کی جسارت کروں گا تو انہوں نے کہا کہ آپ کا حق ہے۔ انہوں نے ایک بات یہ بھی فرمائی کہ وہ تین جو ملک سے باہر ہیں ان کو اس موقع پر بش کلنٹن spirit میں آگے آنا چاہیے اور پوری دنیا میں متاثرین کی امداد کے لیے فنڈز جمع کر لینے چاہییں۔ بڑی اچھی بات ہے اور بڑی اچھی تجویز ہے۔ لیکن کاش اس کا تھوڑا سا رخ وہ ان کی طرف بھی رکھتے وہ ایک جو ملک کے اندر ہے اور جو تین ملک سے باہر ہیں' ان کی طرف تو ان کا رخ رہا ہے لیکن وہ ایک اور ایک ہی ہے اور وہ ایک ملک کے اندر ہے' اس کی طرف بھی رخ ہونا چاہیے تھا کہ وہ انہیں invite کرتے جس طرح ان کی دی ہوئی مثال کے مطابق بش نے کلنٹن کو invite کیا تھا' وہ انہیں invite کرتے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف نے انہیں اس موقع پر یہ offer کی کہ ہم اپنے طور پر کام کریں گے اور انہوں نے کام بھی کیا اور اس کے ساتھ انہوں نے اپنی جماعتوں کو بھی alert کیا اور یہ بھی کہا کہ ہم اور کیا کر سکتے ہیں' ہمیں بتلایا جائے۔ عمران خان نے بھی یہ کہا لیکن حکومت کی طرف سے کوئی response نہیں تھا بلکہ ملک سے باہر بیٹھی ہوئی قیادت کو عین اس موقع پر یہ کہا گیا کہ آپ جو کرنا چاہیں' کریں لیکن ملک میں آنے کی ابھی آپ کو اجازت نہیں ہے۔

جناب والا! یہ ایک بہت بڑا سانحہ تھا اور بہت بڑی آفت تھی اور اس سلسلے میں جو relief operation ہے، وہ ایک لمبے عرصے تک چلے گا۔ ہم نے اپنے گھروں، اپنے infrastructures، عمارتوں اور دفاتر کو rebuild کرنا ہے، نئے شہر اور نئی بستیاں بسانی ہیں کیونکہ شہر بھی متاثر ہوئے ہیں اور دیہات بھی متاثر ہوئے ہیں اور بہت سارے لوگ بھی متاثر ہوئے ہیں ۔ ایک وسیع علاقہ تباہی کی زد میں آیا ہے۔ اس لیے یہ کام لمبے عرصہ تک چلے گا۔ اس عرصہ میں قوم کو یکجہتی کی ضرورت ہے، متحد ہو کر اور یک جان ہو کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ قوم، عالمی برادری اور اس کے ساتھ حکومت، سب کو مل کر اس challenge کو face کرنا چاہیے اور اس کے بارے میں جو کچھ کوئی کر سکتا ہے، اسے کرنا چاہیے۔ بہرحال حکومت میں جو منصف مزاج لوگ ہیں، وزراء سمیت، انہوں نے اس بات کا کھلے طور پر اعتراف کیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس مرحلے پر جب یہ emergency ہوئی اور جب یہ آفت آئی تو حکومت سے پہلے عوام حرکت میں آئے۔ دینی اور سیاسی جماعتیں حرکت میں آئیں اور اس کے بعد حکومت۔ یہاں ہمیں facts and figures بتائے گئے ہیں کہ اگر 8 بج کر 57 منٹ پر زلزلہ آیا تھا تو 9 بج کر 2 منٹ پر فلاں طیارہ اڑا اور اس نے اِس طرح کیا اور اُس طرح کیا۔ یہاں جناب میمن صاحب نے بڑا زور دے کر کہا کہ کون کہتا ہے کہ تاخیر ہوئی۔ جناب والا! یہ ہم نہیں کہتے ہیں بلکہ متاثرین کہتے ہیں اور جو لوگ وہاں گئے، وہ کہتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں ایک جماعت کے نمائندے یا سربراہ کی حیثیت سے میرا یہ فرض تھا کہ میں کچھ کرتا اور ہماری جماعت بھی اس سلسلے میں کچھ کرتی، میں عرض کرتا ہوں کہ ہماری جماعت جو کچھ کر سکتی ہے، وہ کر رہی ہے اور انشاء اللہ کرے گی۔ بہرحال متاثرین یہ کہتے ہیں کہ امداد میں کافی تاخیر ہوئی ہے اگر آپ بھی ان لوگوں میں گھوم پھر کر معلوم کریں تو وہ آپ کو بتائیں گے کہ ایک تو helicopters کم تعداد میں تھے اور پہلے دو دن تو ان کا یہ معمول تھا کہ وہ آتے تھے اور چکر لگا کر چلے جاتے تھے۔ انہوں نے یہ بھی کہا اور اس الزام کے صحیح یا غلط ہونے کی تحقیق ہونی چاہیے لیکن جو میں نے سنا، وہ یہ ہے کہ متاثرین کہتے ہیں کہ پہلے دن ایک طیارہ آیا جس میں ایک اعلیٰ فوجی افسر اور ان کی family سے related افراد سوار تھے اور ہم ہاتھ ہلاتے رہے ہیں، ہم چیختے اور چلاتے رہے اور انہیں اپنی طرف متوجہ کرتے رہے لیکن کسی نے بھی ہماری طرف توجہ نہیں دی۔ بہرحال یہ باتیں ایسی ہیں جن

کی مزید تحقیق ہونی چاہیے اور یہ دعویٰ کرنا کہ بالکل تاخیر نہیں ہوئی' یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد اور غیر مناسب ہے۔

جناب والا! اس سلسلے میں دوسری بات یہ ہے کہ اس پر جتنی بھی توجہ دی جا سکے' کم ہے۔ اس بارے میں ہمارے دوشت بلیدی صاحب نے بھی کہا کہ حکومت اور اس کے ذمہ داروں کو صرف یہ ہی پتا تھا کہ ہلکا پھلکا نقصان مارگلہ tower کی حد تک اسلام آباد میں ہوا ہے' باقی جگہوں کے بارے میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر حکومت کو بڑی دیر تک پتا ہی نہیں چلا کہ وہاں کتنا نقصان ہوا ہے۔ یہ اسی بات کا نتیجہ تھا کہ ایک باخبر وفاقی وزیر اس واقعے کے ڈیڑھ یا دو گھنٹے کے بعد ایک private channel پر کہہ رہے تھے کہ دیکھیں جناب! بازاروں میں لوگوں کا ہجوم ہے' اژدھام ہے' ٹریفک پھنسی ہوئی ہے' زندگی رواں دواں ہے اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ زلزلے کے دو گھنٹے بعد یہ صورت حال تھی کہ حکومت کو کوئی پتا نہیں تھا کہ کیا ہو گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نیم فوجی حکومت نے غلطی یہ کی ہے کہ خالص فوجی انداز میں اپنے نقصانات کو زلزلے کے بعد پہلے ہفتے میں کم کرکے پیش کیا۔ جناب والا! یہ ہماری بھارت کے ساتھ کوئی جنگ نہیں تھی کہ ہم اپنے نقصانات کو کم کرکے پیش کرتے۔ حتیٰ کہ جنرل پرویز مشرف صاحب جیسے شخص نے بھی امداد کے بارے میں ابتدا میں کہا اور یہ record پر ہے اور یہ اخباروں میں آ چکا ہے اور media میں آچکا ہے کہ کافی امداد آ چکی ہے۔ اب تو ہمارا مسئلہ اس کی مناسب تقسیم ہے۔ جناب والا! اس بےخبری اور بے اعتنائی نے good governance کا جس طرح سے جنازہ نکالا ہے ' اس کا notice لیا جانا چاہیے اور کم از کم ہمیں دعوے نہیں کرنے چاہییں کہ ہم نے یہ کیا اور وہ کیا بلکہ جو کوتاہیاں ہوئی ہیں' ان کا ہمیں کھلے دل کے ساتھ اعتراف کرنا چاہیے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فوج کے علاوہ ہمارے قومی ادارے کہاں تھے؟ کہتے ہیں کہ پہلے اس طرح کی آفت نہیں آئی' سیلاب آتے رہے ہیں' دوسری قدرتی آفات آتی رہی ہیں تو آخر کیوں اس کے لیے الگ crisis management کا ایک چھوٹا سا سیل قائم کیا گیا لیکن اس کو وزارت داخلہ کے تحت محدود رکھا گیا اور اس کو نام نہاد دہشت گردی کی management کی حد تک محدود رکھا گیا حالانکہ قدرتی آفات سیلاب کی شکل میں تو آتی ہی رہی ہیں' اس لیے یہ ہونا چاہیے تھا۔ جیسا کہ میرے دوستوں نے کہا ,heavy machinery کہ ہمیں یہاں کبھی ضرورت نہیں پڑی لیکن

حکومتوں کا کام پیش بندی کرنا، پہلے سوچنا ہوتا ہے اور یہ حکومت جو کہتی ہے کہ پہلی حکومتیں نہ سوچ سکتی تھیں، نہ کر سکتی تھیں، ہم تو سوچنے والے بھی ہیں، کرنے والے بھی ہیں، ان کو یہ چاہیے تھا کہ یہ heavy machinery provide کرتے۔ باقی شہروں باغ، بالاکوٹ اور مظفر آباد کو چھوڑیں، اسلام آباد کے لیے ہمارے پاس وہ مشینری موجود نہیں تھی جو مارگلہ ٹاور تلے دبے افراد کو بروقت نکال سکتی یا ان کی مدد کر سکتی۔ اسی طرح ہمارے جو دوسرے متعلقہ محکمے ہیں Civil' Defence کا ایک محکمہ ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کو کفن کے بغیر ہی دفنا دیا گیا ہے، ایسی آفات میں وہ کہیں نظر نہیں آتا۔ سکاؤٹس ہیں، دوسرے ادارے ہیں خاص طور پر سول ڈیفنس، ہم ایک ایسے ملک کے باشندے ہیں جس کے علاقائی تنازعات، خاص طور پر اپنے ہمسایہ ملک سے چلتے رہتے ہیں، اس ملک میں سول ڈیفنس کے محکمے کا مؤثر، فعال اور مضبوط نہ ہونا، یہ بہت بڑا المیہ ہے، بہت بڑا سوالیہ نشان ہے جس پر غور کرنا چاہیے۔ آ، جا کر ہمارا انحصار فوج پر ہوتا ہے، میں بھی اس تعریف و توصیف میں شامل ہونا چاہتا ہوں جو فوج نے اس موقع پر کردار ادا کیا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہیں یہی کردار ادا کرنا چاہیے یعنی قومی سرحدوں کے دفاع کا یا قومی آفات کی صورت میں سول اداروں کی مدد کرنے کا۔

جناب چیئرمین! صحیح بات یہی ہے کہ جب فوجی یا جرنیل یہ دونوں کردار ادا کر رہا ہوتا ہے تو اس کی فوجی وردی ہمیں، ساری اپوزیشن کو، سب کو بھلی لگتی ہے لیکن جب وہ اس کردار سے قدم آگے نکالتے ہیں تو پھر ظاہر ہے کہ اختلافات شروع ہوتے ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ

خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

آخر وہ بھی ہمارے بھائی ہیں، اسی قوم سے ان کا تعلق ہے، یہ سمجھنا کہ وہ بالکل fault free ہیں اور ان میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس پر کوئی تنقید کی جا سکے، نہیں ان میں سے بعض کے بارے میں، آپ متاثرین میں گھوم پھر کر دیکھیں ان کی شکایات ہیں۔

جناب! ہم جب ایبٹ آباد دورے پر جا رہے تھے، ہم وہاں رکے، ایبٹ آباد میں بھی نقصان ہوا ہے، اس کا نام ذرا کم آیا ہے، حکومتی پارٹی کے ذمہ دار شخص تھے میں ان کا نام نہیں لونگا اور اشارہ بھی نہیں کروں گا، انہوں نے کہا کہ بعض فوجی افسروں کا رویہ متکبرانہ تھا، دوسرے

صاحب نے ان کی تصحیح کی' انہوں کہا متکبرانہ نہ کہو' تحقیرانہ کہو' تیسرے نے کہا یوں لگتا ہے جیسے انہوں نے اس علاقے کو فتح کیا ہے۔ میں نے کہا کہ انہوں نے آپ سے ہمدردی کی ہے' آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا جو ہم پر گزری ہے ہم وہ بیان کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے بعض افراد کی تربیت کی ضرورت ہے' انہیں بتانے کی ضرورت ہے کہ متاثرین کو جہاں اشیائے خورد و نوش' مکانوں' کپڑوں' خیموں یا گھروں کی ضرورت ہے وہاں ان کو ہمدردی کی بھی ضرورت ہے۔ ہمدردی کے دو بول اور ہمدردی کا رویہ جس طرح انہیں متاثر کر سکتا ہے یا ان کے دکھ کو کم کر سکتا ہے' اس کی طرف توجہ دینا بھی بہت ضروری ہے۔ اس موقع پر میں یہ کہوں گا کہ یہ رحمت' زحمت والی بات نہیں ہے لیکن جناب چیئرمین! کم از کم دو باتیں خوش آئند ہوئیں کہ ایک تو یہ ہوا کہ قوم نے اپنے قوم ہونے کا ثبوت دیا اور ان کے اندر قومی یکجہتی پیدا ہوئی۔ حکومت کو چاہیے تھا کہ اس قیمتی لمحے سے فائدہ اٹھاتی' اس یکجہتی کے جذبے کو جو اپوزیشن' پوری قوم اور عوام کے اندر پیدا ہوا تھا' اس سے فائدہ اٹھاتی' اس کو تعمیر نو کی طرف channelize کرتی اور اس کی جتنی قدر کرنی چاہیے تھی' اتنی قدر نہیں ہوئی لیکن قوم نے قوم ہونے کا اور یکجہتی کے ایک انداز کا ثبوت دیا۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ بالکل اسی طرح امت مسلمہ نے پاکستانیوں کے ساتھ اپنے یکجان ہونے کا' ہمدرد ہونے کا اور محبت بھرا دل رکھنے کا ثبوت دیا۔

جناب چیئرمین! ان ایام میں' میں یاد کرتا رہا ان دانشور کالم نویسوں کو' ان دانشوروں کو جو اخبارات میں اور دوسرے طریقے سے یہ کہا کرتے تھے کہ یہ امت مسلمہ کی پاکستانی بہت بات کرتے ہیں ۔ مولوی خاص طور پر بہت بات کرتے ہیں ' امت مسلمہ ' امت مسلمہ ہے کہاں ؟ مثال دیا کرتے تھے ۔ ہے کہاں امت مسلمہ ؟ اور خاص طور پر وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اسرائیل کو تسلیم کیا جائے یا اس سے تعلقات بڑھائے جائیں۔ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ امت مسلمہ کہاں ہے ؟ امت مسلمہ نے ہمارے لیے کیا کیا ہے ؟ وہ ساری چیزیں فراموش کرکے ' وہ پہلے کرتے رہے ہیں میں ان کو دہرانا نہیں چاہتا۔ سب جانتے ہیں۔ ۱۹۶۵ میں امت مسلمہ کے کم ازکم انڈونیشیا نے اسلامی ناتے سے ایران نے ہمارے ساتھ کیا بہتر سلوک کیا' کس طرح ہمارے کام آئے؛ اس کے بعد آفات میں کس طرح آتے رہے ہیں ۔ ان میں کس طرح ہمیں تیل ملتا رہا ہے کس طرح ہمیں امداد ملتی رہی ہے۔ سب کچھ بھلا کر کہتے رہے ہیں کہ امت

مسلمہ کہاں ہے؟ اب میں جناب چیئرمین ! ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ دانشور کہاں ہیں جو یہ کہا کرتے تھے کہ امت مسلمہ کہاں ہے ؟ امت مسلمہ نے ثبوت دیا' اس میں کوئی شک نہیں کہ عالمی برادری نے بھی اپنی ہمدردی کا ثبوت دیا ہے لیکن ترکی اور سعودی عرب سب سے پہلے حیران کن تیزی کے ساتھ پہنچنے والے پاکستان میں امداد کے لیے ملک تھے۔ اس کے بعد ایران' قطر' کویت' امارات اور کئی دوسرے اسلامی ممالک اور ratio کے اعتبار سے تناسب کے اعتبار سے جتنی مدد انہوں نے دی ہے اتنی عالمی برادری نے نہیں دی۔ اس کا اکثر حصہ آرہا ہے' مل رہا ہے واضح نہیں ہے actual امداد جو ہے وہ مل رہی ہے۔ لیکن اس سلسلے میں امریکہ جو بھی کرے یا اس سے جو توقع رکھی جائے میں تو سمجھتا ہوں کہ پہلے بھی جتنا ہم نے ان کے لیے کیا یا کروایا گیا اتنی عملی ہمدردی وہ نہیں کرسکے۔ اتنی ہمدردی نہیں کرسکے اللہ کرے کہ آئندہ وہ اس کی تلافی کرسکیں۔ لیکن اب تک کی صورتحال یہی ہے کہ وہ نہیں کرسکے حالانکہ ان کے لیے بہت کچھ کیا گیا۔ پھر پاکستان میں United Nations کے چیف کوآرڈینیٹر اس امداد کے سلسلے میں تھے۔ نام سے کچھ روسی معلوم ہوتے ہیں کیکیلوف' انہوں نے بار بار عالمی برادری کی توجہ دلائی' کوفی عنان نے بار بار عالمی برادری اور امریکہ کو توجہ دلائی اور کوآرڈینیٹر نے یہاں کہا کہ شاید عالمی برادری پاکستان میں ہونے والی تباہی کا درست اندازہ نہیں کرسکی۔ آج یہ کس کی ناکامی ہے؟ اب ڈونرز کانفرنس منعقد ہوئی اس کو نقصانات بتائے گئے لیکن اس سے پہلے بار بار انہوں نے کہا کہ عالمی برادری اندازہ ہی نہیں کرسکی کہ پاکستان کا نقصان کتنا ہوا ہے ۔ پاکستان کے عوام کا کتنا نقصان ہوا ہے؟ یہ کس کی ناکامی ہے؟ یہ good governance کی ناکامی ہے؟ یہ اس حکومت کی ناکامی ہے کہ پہلے تو خود اس نے احساس نہیں کیا جیسے میں نے کہا کہ نقصان کو کم کرکے پیش کیا اور کہا کہ ہمیں کافی مدد آچکی ہے۔ اس سے دنیا کو غلط message گیا۔ ایک غلط ماحول دنیا میں پیدا ہوا اور اس کی وجہ سے یہ امداد جو ہے -----

(مداخلت)

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیے۔

سینیٹر پروفیسر ساجد میر: امریکہ کی مدد کا جہاں تک تعلق ہے' بہرحال جنرل

مشرف صاحب کو ٹیلیفون تو آتے رہتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تنہائی میں شاید وہ گنگناتے ہوں اور پڑھتے ہوں ---

کہ کیا وہ نمرود کی خدائی تھی، بندگی میں میرا بھلا نہ ہوا

یا شاید وہ یہ کہتے ہوں

بڑی میری کم نصیبی یہی تیری بے نیازی میرے کام کچھ نہ آیا یہ کمال ہے نوازی

امت مسلمہ نے تو ساتھ دیا۔ دوسری دنیا نے بھی احساس کیا لیکن امریکہ نے جتنا ہم سے کام لیا ہے اور، قومی مفادات سے ہٹ کر بھی اس حکومت نے ان کا کام کیا ہے اتنا اس نے حق ادا نہیں کیا ہے جو کہ بڑے افسوس کی بات ہے۔

جناب چیئرمین! بہت لوگوں نے بہت وقت لیا۔ میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جو resources ہمارے پاس ہیں ان کو review کرنا چاہیے۔ اس نقطہ نظر سے اس حوالے سے کہ کون کون سی کوتاہیاں ہوئیں یہاں ان کوتاہیوں کو چھپایا نہ جائے بلکہ ان کو review کیا جائے۔ ہیلی کاپٹرز، ہمارے پاس بہت کم تھے۔ دفاع پر ہم کتنا اپنا پیٹ کاٹ کر خرچ کرتے رہے ہیں۔ ساری قوم خرچ کرتی رہی ہے، سارے بجٹوں میں ان کی ضروریات کا خیال رکھا جاتا رہا ہے۔ یہ ہماری ضرورت تھی لیکن اس سے ہیلی کاپٹرز بھی مناسب تعداد میں فراہم نہیں کیے جا سکے۔ یہاں پر facts and figures کے نام سے ہمیں بتایا گیا کہ اتنے بجکر اتنے منٹ پر ہیلی کاپٹر اڑا اور تعداد بھی ان کی کم تھی۔ ایک سینیٹر صاحبہ کے منہ سے بات نکل ہی گئی کہ تین ہیلی کاپٹرز حرکت میں تھے۔ اور تین ہیلی کاپٹرز جائزے کے لیے یا rescue کے لیے جائیں یا تھوڑے بہت کسی زخمی کو لے آئیں۔ اس وقت ہماری بہت بڑی ضرورت تھی، air lift کی، air drop کی اور اس کے لیے ہیلی کاپٹرز ہمیں چاہیے تھے۔ اگر وہ ہمارے پاس نہیں تھے تو میں سمجھتا ہوں کہ روس سے فوری طور lease پر لینے چاہیے تھے۔ دو تین دن تک متاثرین تک کوئی نہیں پہنچا، ہیلی کاپٹر کے ذریعے بھی نہیں پہنچا، شہروں تک بھی امداد شروع نہیں کی جا سکی۔

یہ وہ کوتاہیاں ہیں جن کی طرف توجہ دینا ضروری ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جو ہمارے پاس موجود ہے اس کا درست استعمال ہونا چاہیے۔ یہ اخبارات میں آچکا ہے کہ بڑے ہیلی کاپٹر کو

تو آپ چھوڑیں، شنوک کو تو آپ چھوڑیں، چھوٹا جو ہیلی کاپٹر ہے اس پر بھی فی گھنٹہ چھ ہزار ڈالر کے اخراجات اس کی پرواز کے آتے ہیں۔ اس لیے یہ صرف یا ایک حد تک دوروں کے لیے بھی نہ استعمال کیے جائیں کہ وزراء جائیں، پارلیمنٹ کے ممبر جائیں، فلاں جائیں، فلاں جائیں کہ جی ہم متاثرہ علاقہ دیکھ رہے ہیں۔ اب اسے دیکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہاں کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ اب ان متاثرین کی ضروریات کو پورا کرنے کا مرحلہ ہے اور آئندہ ان کی آباد کاری کا مرحلہ ہے جو ایک طویل مرحلہ ہے ۔ اس لیے یہ انتظامی اخراجات اور recurring expenses ہیلی کاپٹر اور دوسری سہولیات پر، وہ کم سے کم ہونے چاہئیں۔ امداد کا زیادہ سے زیادہ رخ متاثرین کی طرف موڑنا چاہیے اور ان کی آبادکاری کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عزم کے ساتھ کمر باندھ کر اور دیانت داری کے ساتھ اس عمل کو واقعتاً شفاف رکھتے ہوئے، جس شفافیت کا دعویٰ یہ حکومت کرتی ہے، اس عمل کو واقعتاً شفاف رکھتے ہوئے اگر یہ کام کیا جائے۔ اگرچہ مشکل ہے لیکن یہ قوم اس سلسلے میں اس کا ساتھ دے گی۔ انشاء اللہ یہ مشکل مرحلہ اللہ کی توفیق سے، اللہ کی مدد سے ہم عبور کریں گے، اپنے مقصد کو پائیں گے، اپنے متاثرین بھائیوں کی مدد کریں گے۔ ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے قوم سے حکومت سے اور عالمی برادری سے، امت مسلمہ سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ انشاء اللہ کرے گی۔ بہت شکریہ، آپ کی مہربانی۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، جناب چیئرمین! میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ 8 تاریخ کو زلزلے کے روز ہی 709 casualties evacuate کی گئی تھیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے اور یہ ریکارڈ پر ہے President did visit and saw those that was the first day. areas which were hit by the earthquake. اب یہ delay کی بات کرتے ہیں کہ تین دن تک Government did not come into operation. تو اس میں اصل بات کا ان کو بھی پتا ہے ہمیں بھی پتا ہے کہ جہاں تک Government یا President کا تعلق تھا، Prime Minister بھی گئے اور یہ evacuation اسی دن سے شروع ہوئی۔ اس صورت حال کا ساری دنیا کو پتا ہے کہ اس میں Tele-communication system was finished اور پھر locally جو administration تھی آزاد جموں وکشمیر کی اور ہماری armed forces کا بھی نقصان ہوا۔ پھر

ان کی administration completely تباہ و برباد ہوئی اور تمام سرکاری عمارات ختم ہو گئیں، سڑکیں ختم ہوگئیں، بجلی ختم ہو گئی، Water-supply damage ہو گیا۔ اس کے لیے it would have taken time and it took the time. یہ بات نہیں ہے کہ ان کی سستی کی وجہ سے یہ لیٹ ہوئی بلکہ وہاں پر حالات کے نامساعد ہونے کی وجہ سے operation پوری طرح صحیح نہیں ہو سکا شروع دن سے۔ جو ہوا اس میں 709 casualties کو evacuate کیا اور وہ یہاں پر راولپنڈی میں لے آئے، ان کا علاج معالجہ شروع کیا۔ اصل میں یہ صورت حال تھی۔

سینیٹر پروفیسر ساجد میر، جناب میں visit کے حوالے سے متاثرین کا ایک پیغام تھا جو نہیں دے سکا۔ بالا کوٹ میں ہماری ایک خیمہ بستی ہے میں وہاں پر بیٹھا ہوا تھا، بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک ذمہ دار سا آدمی تھا جس نے یہ کہا کہ ہماری خواہش یہ ہے، ہماری درخواست یہ ہے کہ آئندہ عید جنرل مشرف اور وزیر اعظم صاحب ہمارے ساتھ نہ منائیں۔ میں نے کہا جی یہ کیا بات ہوئی؟ انہوں نے کہا جی کہ یہ عید انہوں نے منائی اور ہم میں سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگ عید نہیں پڑھ سکے پروٹوکول کی وجہ سے، حفاظتی حصار کی وجہ سے، وضو نہیں کر سکے، نماز نہیں پڑھ سکے۔ مہربانی کریں وہ اشیاء بھیجیں، دوسرے ذمہ داروں کو بھیجیں۔ خود ذرا زحمت نہ فرمائیں کیونکہ اس سے ہمیں بڑی زحمت ہوتی ہے۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ، جناب چیئرمین! کئی دنوں سے 8th October والے زلزلہ پر بحث ہو رہی ہے یہ زلزلہ اچانک ملک میں آیا۔ اس افسوسناک اور دردناک سانحہ پر جتنا بھی افسوس کا اظہار کیا جائے وہ تھوڑا ہے۔ پاکستان کے غریب ترین علاقے پر جہاں ملک کے غریب ترین لوگ آباد تھے ان بیچاروں کو اس صدمے سے دوچار ہونا پڑا، یہ یقیناً بہت اندوہناک اور افسوسناک ہے۔ اس دن جس وقت یہ زلزلہ آیا اس وقت میں ابھی لاجز میں تھا، میں نے ساری عمارتوں اور دیواروں کو جھولتے، لرزتے دیکھا۔ اس کے بعد جب سینیٹ کا اجلاس شروع ہوا، ہم ادھر آئے تو یقیناً کسی کو خاص پتا نہیں تھا کہ اتنا نقصان ہو چکا ہے اور کس قسم کی شدت کا یہ زلزلہ ہے صرف ایک مارگلہ ٹاور کا ذکر سنا اس وقت کتنی اور جگہ کے نقصان کا علم نہیں تھا۔ بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح ماہرین یہ کہہ رہے ہیں کہ زلزلے کی لہر اسلام آباد سے بلکہ یہ

سارے سیکریٹریٹ اور پارلیمنٹ کے نیچے سے گزرتی ہے' اُس کے ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے کہ جس طرح آناً فاناً وہ ساری آبادی ملیا میٹ ہوگئی' ان کے سارے مکان اور عمارتیں زمین بوس ہوگئیں تو اسلام آباد' راولپنڈی اور اس کے سارے شہر اور شہری بچ گئے۔

کہا یہ جاتا ہے کہ شامت اعمال ہے ' وارننگ ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر یہ شامت اعمال ہے تو اس میں مجھے تو ان لوگوں کا اتنا خاص قصور نہیں لگتا جبکہ بدعتیں ' شرارتیں اور غلط کاریاں ہمارے دوسرے شہروں میں ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہوا کرتی ہے۔ اگر یہ وارننگ ہے تو ان لوگوں کی قربانی دلوا کر ہمیں وارننگ دی گئی ہے کہ ہم اپنے اعمال اور افعال کو درست کریں تو یقیناً اس سے سبق لینا چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ قوم نے تو بہت اچھا سبق سیکھا ہے آناً فاناً سارے کے سارے جوان' بلاتفریق' بلا فرقے کے' ہر فرقے کے' ہر مذہب کے لوگ وہاں رضا کارانہ طور پر پہنچے اور اتحاد و اتفاق اور جذبے اور ایثار کا جتنا مظاہرہ کیا وہ یقیناً قابل دید اور قابل داد تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے راہنما جو قوم کے نمائندے ہیں وہ ابھی تک اس زلزلے سے اتحاد و اتفاق کا سبق نہیں سیکھ سکے۔ قوم متفق اور متحد ہے اور اس سانحہ کی اہمیت اور تکلیف کو سمجھتی ہے لیکن راہنماؤں نے ابھی اس سے کوئی سبق نہیں سیکھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جینیوا کانفرنس جس میں آپ نے بھی شرکت کی تھی وہ بھی بڑی کامیاب ہوئی تھی اس کے بعد ڈونرز کانفرنس بھی بڑی کامیاب ہوئی لیکن ڈونرز کانفرس میں میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے راہنماء نے اپنے مفادات اور اپنی انا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یقیناً ساری دنیا سے آئے ہوئے لوگوں کو یہ تاثر دیتے کہ ہم اس مصیبت کی گھڑی میں سب ایک ہیں اور اس علاقے کے غریبوں کے ہمدرد ہیں جہاں پہ ناگہانی آفت آئی ہے لیکن اس کا احساس نہ کرتے ہوئے انہوں نے ' بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ڈونرز کانفرنس کو کسی حد تک سبوتاژ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان غریبوں کی دعاؤں یا پاکستان کے نیک بندوں کی برکتوں سے یہ ڈونرز کانفرنس ہمارے اندازے کے مطابق بہت زیادہ کامیاب ہوئی اور بہت زیادہ لوگوں نے اس کے باوجود کہ ساری دنیا میں بہت ساری آفتیں' بہت سارے زلزلے آئے امریکہ میں بھی طوفان آئے تو لوگ donations دے دے کر یقیناً تھک چکے ہوں گے اور اس کے بعد یقیناً ہمارا

نقصان اور ہمارا صدمہ ان سارے سونامی اور قطرینہ کے طوفانوں سے زیادہ تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ Donors Conference میں ہمارے مطالبے' درخواست اور ضرورت سے زیادہ انہوں نے وعدے کیے اور زیادہ دیے تو ہمیں اس پر ناز کرنا چاہیے اور داد دینی چاہیے کہ حکومت کے اچھے تعلقات اور خارجہ پالیسی کی وجہ سے لوگوں نے ان ساری چیزوں کے باوجود' ساری Opposition کی کوششوں کے باوجود پھر بھی انہوں نے مطالبات سے زیادہ امداد کی اور امداد کے وعدے کیے۔ لہذا یہ قابل فخر بات ہے' قابل داد بات ہے کہ حکومت کے تعلقات اور خارجی محاذ پر ان کی حکمت عملی یقیناً بہت کامیاب ہے تو ہمیں سچ کو سچ کہنا چاہیے بلکہ مجھے تو یہ افسوس ہے کہ ایک تو یہ Opposition والے گئے نہیں' دوسرا پھر یہ طرح طرح کے بلاجواز دلائل پیش کر رہے ہیں کہ انہوں نے ہمیں بلایا نہیں۔ ہر آدمی' ہرمعزز ممبر ابھی بھی یہی کہتا ہے کہ جی ہمیں دعوت نامہ دیا جائے' پارلیمانی اتحاد کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت نے کوئی ایسا موقع نہیں ضائع کیا جس میں ان کو دعوت نہیں دی گئی' جس سے ان کی عزت کرتے ہوئے ان کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش نہیں کی گئی لیکن اگر انہوں نے یہی ایک وتیرہ بنا رکھا ہے کہ ہم نے ہر بات پر خواہ کوئی اچھی بات ہو یا بری بات ہو' انکار کرنا ہے اور cooperate نہیں کرنا تو پھر اس کا تو کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔

بہرحال میں یہ سمجھتا ہوں کہ قیامت جس طرح کی رونما ہوئی' اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں بھی اسی قسم کا نقشہ کھینچتے ہیں کہ جب کسی قوم کو غرق کرنا ہوتا ہے یا اس کو سزا دینی ہوتی ہے یا قیامت لانی ہے تو اس وقت یہی ہوگا کہ زلزلے آئیں گے' زمین کو ہلادیا جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے' ریگستانی تودے گر جائیں گے تو سارا کچھ ہم نے آٹھ تاریخ کو یہاں پر کھڑے ہو کر بچشم خود دیکھا۔ ہمیں اس پر یقیناً ایک سبق لینا چاہیے اور اس سے اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان ساری چیزوں پر جو controller ہے' جو خالق کائنات ہے' جو اس نظام کا خالق ہے وہ ایک بہت بڑی قوت ہے وہ ہر چیز کر سکتا ہے۔ یہ سارے انسان' یہ سارے پلازے اور یہ ساری بلڈنگیں یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی ۔ ہمیں اس لحاظ سے اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ جس طرح ہماری ساری قوم نے' ہم نے اپنے آپ کو بچ جانے کی غنیمت سمجھتے ہوئے متحد اور یکجہتی کا بے مثال مظاہرہ کرتے ہوئے بلا تمیز اور بلا توقف مظلوم بھائیوں کی امداد کرنی

چاہیے۔ امداد کے لیے عوام جوش و خروش سے ساری توفیق کے ساتھ جس طرح انہوں نے امداد کی اور اپنی حیثیت سے زیادہ دیا ہے وہ یقیناً قابل تحسین ہے۔ حکومت اور حزب اختلاف سب نے، مذہبی، جہادی قوتوں، رضا کار تنظیموں، این جی اوز، ملکی اور غیر ملکی قوتوں نے، ممبران اسمبلی نے اور وزیروں نے سب نے میرا خیال ہے کہ اپنی بساط اور حتی الامکان اپنی قوت اور بساط سے زیادہ کوشش کی اور زیادہ ہمت کی۔ اس لحاظ سے میں حکومت اور حزب اختلاف سے گزارش کروں گا کہ اس کے ساتھ جس طرح فوج نے بے مثال قربانیاں دیں، مشکل حالات میں بے مثال کام کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح کہتے ہیں کہ دیر ہوگئی، تاخیر ہوگئی، کئی دنوں کے بعد بھی ملبے سے لوگ زندہ برآمد ہوئے۔ مجھے یقین ہے کہ جس قسم کی دشوار گزار گھاٹیاں اور راستے ہیں بلکہ ہر بندے نے اپنی اپنی کھیتی میں اور اپنی اپنی پہاڑی پر مکان بنا رکھا تھا۔ اپنی پگڈنڈیوں کے راستے خود تو اپنے اپنے مکان میں چلے جاتے تھے لیکن کسی امداد کے لیے، کسی دوسری چیزوں کے لیے وہاں پہنچنا یقیناً مشکل کام تھا۔ عین ممکن ہے کہ آج بھی کوئی کونہ کھدرا ایسا ہو جہاں پر کوئی بندہ ابھی تک نہیں پہنچا۔ لیکن ان حالات کے باوجود، ان مشکل دشوار گزار راستوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح فوج نے ہمت کر کے اس طرح ملبے سے لوگوں کو نکالا اور امداد کی وہ یقیناً قابل داد اور قابل تحسین ہے۔ اس پر بلاوجہ صرف اس لیے نہیں کہ حکومت کے ماتحت فوج ہے اور فوج کا یہ فرض بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو اچھا کام کرے اس کی داد دینا ضروری ہے۔ آج ہی میں ٹی وی دیکھ رہا تھا تو پروفیسر غفور صاحب کو میں ہدیہ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں جو ان کی زبان سے ٹی وی ادا کر رہا تھا۔ انہوں نے آزاد کشمیر کے زلزلہ زدہ علاقے کا دورہ کیا اور برملا اعتراف کیا کہ فوجیوں نے بہت محنت سے اور جان جوکھوں میں ڈال کر جس طرح آفت زدہ لوگوں کی مدد کی ہے وہ یقیناً قابل دادا اور قابل قدر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ان کو تو شاید کچھ نہیں ملا مگر لوگوں کی نظروں میں یقیناً پروفیسر صاحب کا قد بڑھ گیا ہے کہ انہوں نے سچ کو سچ کہتے ہوئے ٹھیک اس کی appreciation کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا وتیرہ انصاف کے مطابق اسی طرح کا ہونا چاہیے تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ خارجہ پالیسی اور نیٹو کی فوجوں کے متعلق آجکل اکثر یہ کہتے ہیں کہ وہ نہیں جائیں گی۔ برملا ہر اتھارٹی، صدر صاحب، وزیراعظم، وزراء سارے اعلان کر چکے ہیں کہ اس میں زیادہ تر انجنیئر، ڈاکٹر ہیں، آپ کی مدد کے لیے آئے ہیں،

کسی ہتھیار یا کسی بم کو ساتھ نہیں لائے اور کوئی جارحانہ پروگرام نہیں ہے۔ تین مہینے یا چار مہینے کے بعد واپس چلے جائیں گے تو پھر بھی ایک مفروضہ فرض کر لینا کہ وہ نہیں جائیں گے وہ قبضہ کر لیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ فرض کر لیتے ہیں اور اس مفروضے پر criticise شروع کر دیتے ہیں کہ یہ کرنا چاہیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارا اچھا وتیرہ نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے باہر کے ملکوں نے، سعودی عرب، ترکی، ایران چائنا، روس، امریکہ یورپ نے جس طرح ہماری مدد کی ہے۔ جس طرح انہوں نے بھاری مشینری، ڈاکٹر اور انجینئر بھیجے، انہوں نے نہایت دردمندی اور خلوص کے ساتھ امداد کی ہے ہم سب کو یقیناً شکریہ ادا کرتے ہوئے، ہمیں یقیناً ان کا احساس کرنا چاہیے کہ انہوں نے ہمارے اوپر احسان کیا ہے اور مشکل وقت میں ہمارا ساتھ دیا ہے۔

جس طرح دشوار گزار راستے تھے، اس طرح لوگوں کی مدد کرنا یقیناً مشکل تھا۔ اس کے ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ بلا تمیز ہر پارٹی نے، ہر قوت نے، ہر بندے نے اور ہر ادارے نے کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پنجاب حکومت نے خاص طور پر میں سمجھتا ہوں کہ مجھے کئی بھائیوں نے وہاں فرنٹیر سے، یہاں اسلام آباد سے، بلوچستان سے کئی بھائیوں نے اعتراف کیا کہ پنجاب نے بہت کمال کیا اور بہت حد تک بے شمار فیضانہ طور پر، نہایت عزت اور آبرو کے ساتھ فوری طور پر ہر بندے نے امداد کرنے کی کوشش کی ہے۔ یقیناً پنجاب اور اہل پنجاب نے جس رویے کا اظہار کیا ہے وہ یقیناً قابل تحسین ہے۔ اس کے ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب حکومت نے جو کچھ کیا ہے وہ بھی ایک قابل تقلید اور مثالی کام ہے۔ اب ان کی یہ سکیم کہ ہر بندہ ایک آفت زدہ خاندان کے لوگوں کو اپنائے اور ان کی کفالت کرے یہ بھی یقیناً ایک بہت بڑا قدم ہے اور بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس کو میں تو مکہ سے مدینے ہجرت کر جانے والا قصہ از سر نو تازہ ہو جاتا ہے کہ جس طرح ان لوگوں نے مکہ والوں کی پذیرائی کی اور جس طرح ہر چیز قربان کر دی، رشتہ دار بنا لیا اسی طرح پنجاب حکومت کا یہ کارنامہ بھی اسی قسم کے جذبے، اسی قسم کے وفا اور اسی قسم کی خدمت کا مظہر ہے۔ جو کہ یقیناً قابل قدر ہے۔

جناب والا! دیکھنا یہ ہے کہ جس طرح میرے محترم بھائی کہہ رہے تھے کہ زلزلے کا ایک فائدہ یہ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ زلزلے کے ایک جھٹکے نے قوم کو جس طرح متحد اور متفق کیا

ہے اور جس خلوص، جس جذبہ ایثار اور یکجہتی کا بے مثال مظاہرہ کیا ہے اس سے یقیناً ہمیں مستقبل کی تعمیر کرنے کے لیے ایک قوت بن کر ابھرنا چاہیے اور ہمارا حدف یہ ہونا چاہیے۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم رشوت بے انصافی ظلم، سماجی دشمنی جیسی لعنتوں کی بیخ کنی کریں۔ انصاف، مساوات، دیانتداری پر مبنی معاشرہ کی تشکیل کو مشن بنایا جائے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ قوم میں وہ جذبہ، اخوت اور کر گزرنے کی ساری قوتیں موجود ہیں۔ اسی طرح کا میں ایک واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 1928 یا1929 کا ذکر ہے کہ ایک ہندو نے لاہور میں "رنگیلا رسول" کتاب لکھی۔ وہاں کے مسلمان لڑکوں نے بہت زیادہ mind کیا اور ایک بندہ جو غازی علم دین کے نام سے مشہور ہے انہوں نے اس ہندو کو اس کی دکان پر چھرا مار کر گھائل کر دیا، قتل کر دیا۔ وہ پکڑا گیا، اس وقت انصاف کافی تھا، عدالتیں ٹھیک تھیں۔ جناب والا! اس وقت لاہور کی مسلمان تنظیموں نے پیسہ اکٹھا کر کے بہت اچھے وکیل کئے جس میں اس وقت قائد اعظم گو کہ وہ اس وقت قائد اعظم نہیں بنے تھے لیکن وہ برصغیر کے نامور وکیلوں میں شمار ہوتے تھے۔ ایک وفد نے جا کر ان کو engage کیا، فیس تعین کی، ان کو لانے کے لیے سب انتظام کیا۔ وہ حسب وعدہ تشریف لے کر آئے، فلیٹیز ہوٹل میں ٹھہرے، کیس تیار کیا، وکیل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دلائل سے واقعات کو ثابت کرے کہ یہ کیس ہو نہیں سکتا یہ واقعہ اس طرح وقوع پذیر نہیں ہونا چاہیے تھا just to create so many doubts لیکن سارا کچھ انہوں نے کیا، محنت کافی کی، کافی دن رہے پھر دو دن پہلے انہوں نے کہا کہ میں غازی علم دین سے بھی ملنا چاہتا ہوں کیونکہ ملزم سے کچھ سننا چاہتا ہوں کہ اصل واقعہ کیا ہے اور میں ان کو کیا بتانا چاہتا ہوں۔ لہذا ملاقات کروائی گئی۔ سارا کچھ سمجھنے سمجھانے کے بعد قائد اعظم نے فرمایا کہ آپ کا عدالت میں بیان ہونا ہے تو آپ نے بتانا ہے کہ قتل کیا ہے یا نہیں کیا تو آپ کا کیا بیان ہے؟ سارا کچھ سننے کے بعد علم دین غازی مرحوم نے ایک بہت تاریخی فقرہ کہا کہ جناب والا! قتل تو میں نے کیا ہے، میں نے اس سے انکار نہیں کرنا، عدالت میں مجھے یہ کہنا پڑے گا کہ میں نے اس رذیل کو اس کافر کو قتل کیا ہے، ورنہ میرا مقصد اور مشن فوت ہو جائے گا اگر میں جھوٹ بولوں تو قائد اعظم اس بات پر حیران ہوئے اور باہر آ گئے اور جو لوگ ان کو engage کرنے گئے تھے تو ان کو کہا کہ بھئی اگر قاتل خود کہتا ہے کہ میں نے قتل کیا ہے تو میں کس طرح

کہوں کہ اس نے نہیں کیا' لہذا انہوں نے ساری فیس اور سارے allowances واپس کر دیے۔ انہوں نے کہا کہ آپ آئے' آپ نے محنت کی' آپ نے فیس نہیں رکھی لیکن انہوں نے کہا کہ یہ غلط بات ہے۔ تحریک سے بہت پہلے کی بات ہے۔ آپ مسلمانوں کے باہمی انتشار سے بہت بد دل ہو گئے تھے اور وہ اس کی قیادت علامہ اقبال کی repeated requests کے باوجود نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن قائد اعظم نے علم دین کی اس بات سے اخذ کیا کہ قوم میں جذبہ ہے اور کچھ کر گزرنے کا ہمت و حوصلہ ہے' لہذا اس بات نے ان پر اثر کیا اور انہوں نے کہا کہ مجھے کوشش کرنی چاہیے کیوں کہ قوم میں سب کچھ موجود ہے اور ہم اپنی منزل اور target کو achieve کر سکتے ہیں۔

جناب والا! قوم کے آج کے جذبے کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنے future کے لیے کچھ کرنا چاہیے ۔ اسلام آباد میں زلزلے کے جھٹکے سے مارگلہ ٹاور گرا اور ماہرین نے یہ کہا کہ اس قسم کا سب کچھ ہو سکتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں پر سب کچھ ملیا میٹ ہو سکتا تھا لیکن خدا نے ہمیں ایک اور موقع دیا ہے' اور یہ ایک warning ضرور ہے اور اگر اسلام آباد یا اسلام آباد کے ارباب اقتدار اور ہم ممبران کو اگر غرق کر دیا جاتا تو پھر اصلاح کیسے ہوتی۔ شاید حکمت اس میں ہے کہ ابھی ان سب کو بچایا جائے اور یہ سمجھ جائیں اور رہبری کے لیے صحیح کردار پیدا کریں۔ اس لحاظ سے میں کچھ تجاویز دینا چاہتا ہوں کہ تعلیمی نصاب میں پاکستان کی محبت اور اسلام کی صحیح پیروی کے اوصاف پیدا کرنے والا نصاب جس میں یہ چیزیں شامل کی جائیں۔ سادگی اور کفایت شعاری کو اپنائیں' قومی مفادات پر کوئی مفاہمت نہ کی جائے اور ان منصوبوں کو فوری طور پر شروع کیا جائے۔ پڑوسی ممالک اور اسلامی ممالک سے تعلقات بڑھائے جائیں اور بہتر مستقبل کے لیے منصوبہ بندی کی جائے اور قوم کو متحد کیا جائے اور self reliance policy کو ہدف بنائیں اور اس کے مطابق کام کریں۔

آخر میں جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ تعمیراتی کام میں اب سردی اور برف کا موسم تقریباً شروع ہو چکا ہے لیکن اس میں باہر سے انجینئر اور ہماری فوج کے بندے کافی نہیں' میں سمجھتا ہوں کے وہاں کے رہنے والے کونسلرز' ناظمین اور ممبران اسمبلی اور فوج کو تو ہر طور سے engage کیا جائے تو ان سب کے ساتھ یہ کیا جائے کہ کوئی بندہ رہ نہ جائے' کوئی غلط نہ ہو

اور مکان کی تعمیر میں مقامی آبادی کی شرکت کو لازمی بنایا جائے اور حتمی طور پر انہیں رکھا جائے۔

اب ہمیں انصاف، مساوات، دیانت داری، روا داری پر معاشرہ کی تشکیل دیتے ہوئے یہ کام کرنا چاہیے اور اس قومی جذبے سے اٹھانا چاہیے کیونکہ ہماری قوم نے اس موقع پر حب الوطنی کو ترجیح دی ہے اور اپنے مفادات کی قربانی دی ہے اور ہمیشہ تاریخ نے یہ ثابت کیا ہے کہ جب ایک مخلص لیڈر قوم کے سامنے آیا ہے اور اس نے کہا کہ پاکستان بنانا ہے تو سارے غریب اور منتشر لوگوں نے اکٹھے ہو کر پاکستان بنا دیا اور لیڈر نے کہا کہ دشمن سے لڑنا ہے تو ۱۹۶۵ میں سارے متحد ہو گئے اور جان کی بازی لگا دی، کبھی لیڈر نے کہا کہ طوفانوں اور سیلابوں کا مقابلہ کرنا ہے یا زلزلہ زدگان کی امداد کرنا ہے تو پھر بھی انہوں نے ایثار، جوش و جذبہ ہمیشہ دکھایا ہے۔ دوسرا ایک بڑا ادارہ ہمارے پاس فوج ہے، فوج نے بھی ہمیشہ تکمیل حکم، وفا، حب الوطنی کی بےمثال تاریخ رقم کی ہے۔ حکم ہوا کہ دشمن سے لڑنا ہے تو دشمن کے سامنے جرات و بہادری سے لڑے۔ ۱۹۷۰ میں یہ حکم دیا گیا کہ دشمن کے سامنے سرنڈر کرنا ہے اور قید ہونا ہے تو سرنڈر بھی کر دیا قید بھی ہو گئے اور کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ سول انجینئر اور ٹھیکیدار کرپٹ ہیں، ہم نے سستی سڑکیں اور فوری پل بنانے ہیں اور پھر فوج کو کام دیا تو وہ بھی کرگزرتی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں اس طرح سے طوفانوں میں عوام کی امداد کرنے کے لیے، زلزلے میں فوجیوں کو جو حکم دیا گیا ہے کہ زلزلے میں جو زندہ لوگ ہیں یا مردہ لوگوں کو ملبے سے نکالنا ہے تو انہوں نے بڑی تندہی سے یہ کام کیا۔ تباہ شدہ مکانوں کو تعمیر کرنا ہے۔ غریب لوگوں کو دوبارہ بحال کرنا ہے تو جناب والا! یہ سارے کا سارا وہ کر رہے ہیں، تو میں سمجھتا ہوں کہ ملک ہمارا وسائل سے مالا مال ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیے۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: ہمارے پاس بڑی زرخیز زمین موجود ہے۔ بڑی محنتی talented اور جرات مند قوم ہمارے پاس ہے اور فوج بھی ہماری اعلیٰ ترین ہے تو پھر ہم تنگ دست، بےبس کیوں ہیں۔ بے ننگ و نام کیوں ہیں تو ہمیں اس پر سوچتے ہوئے اپنے اس کردار

اور ہدف کا تعین کرتے ہوئے ہمیں آگے بڑھنا ہے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ قوم بھی اچھی ہے، فوج بھی اچھی ہے تو پھر اپوزیشن کو بھی ان ساری چیزوں سے سبق لیتے ہوئے قوم کے مفاد کے لیے، لوگوں کی بہتری کے لیے اپنی انا کو اور اپنے مفادات کو پس پشت ڈال کر ساتھ دینا چاہیے تاکہ قیادت وقت کو کوئی بہانہ نہ ملے کہ ہم اپنا ایک بہتر مستقبل اور بہتر پاکستان کیوں نہیں بنا سکے میں انہی الفاظ کے ساتھ جناب چیئرمین شکریہ ادا کرتے ہوئے اجازت چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب، نہیں ہیں، قاری محمد عبداللہ، نہیں ہیں، پھر طاہرہ لطیف صاحبہ بول لیں۔.last speaker I think.

سینیٹر طاہرہ لطیف: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ چیئرمین صاحب! آپ کا بہت شکریہ، ۸ اکتوبر کا زلزلہ پاکستانی تاریخ کا بہت بڑا disaster تھا جس کا پوری قوم نے تن من دھن سے مقابلہ کیا اور کر رہے ہیں۔ یہ ایک قیامت خیز زلزلہ تھا جس نے NWFP اور آزاد کشمیر میں تباہی پھیلا دی خاص طور پر باغ، مظفر آباد، بالاکوٹ، بٹگرام اور دوسرے ملحقہ دیہات میں ہزاروں لوگوں کی زندگیاں برباد کر گیا۔ لاکھوں زخمی اور بے گھر ہو گئے، ہزاروں معذور ہو گئے، حکومت، فوج، عوام NGO,s ڈاکٹرز، رضا کار تنظیموں نے بھر پور ساتھ دیا۔ عالمی برادری خصوصاً اسلامی ممالک نے دشوار گزار جگہ پر بھی امداد پہنچائی۔ اس زلزلے سے پاکستان میں بے پناہ نقصان ہوا جس سے پورا ملک بری طرح متاثر ہوا۔ مظفر آباد میں دو تہائی عمارتیں تباہ ہوگئیں، بالا کوٹ زمین بوس ہو گیا اور کچھ دیہات صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ ان کو آباد کرنے میں کئی سال لگیں گے۔ اب سردی آ گئی ہے۔ زلزلہ زدگان کو چھت کی ضرورت ہے۔ گرم کپڑے، کمبل اور خیمے فوری درکار ہیں۔ اس میں بہت پیش رفت ہوئی ہے، لوگوں نے دل کھول کر امداد دی ہے اور لیڈروں کا جذبہ بھی قابل ستائش ہے۔ امید ہے کہ قوم جلد اس آفت سے چھٹکارا پا لے گی۔

جناب چیئرمین! ۸ اکتوبر کو صبح کے time پر زلزلہ آیا اور ساڑھے دس بجے سینیٹ کا اجلاس تھا جو آپ نے فوراً ختم کر کے ممبران کو اپنے علاقے میں جا کر relief work کرنے کو کہا، ہم لوگ فوراً مارگلہ ٹاور پہنچے۔ لوگ ملبے تلے دبے ہوئے تھے۔ تمام مسلم لیگی لیڈر وہاں پہنچے ہوئے تھے، شجاعت حسین اور ان کی team پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے تاکہ

لوگوں کو ملبے سے نکالا جائے۔ دوپہر تک ہمارے President پرویز مشرف اور وزیر اعظم شوکت عزیز صاحب وہاں پہنچ چکے تھے۔ اس کے علاوہ عوام نے ہاتھوں سے پتھر اٹھا اٹھا کے ملبہ ہٹانے کی کوشش کی۔ اس اثناء میں فوج اور انتظامیہ بھی پہنچ گئی، ساری machinery آ تو گئی لیکن واقعی ہمارے debris اٹھانے کے لیے کوئی latest technology نہ تھی لیکن بہت ہی جلد باہر سے machinery آ گئی۔ اپنی اپنی بساط سے حکومت اور عوام نے ہر طرح کی مدد کی۔ رات دس بجے جب ہم دبے ہوئے لوگوں کے لواحقین کو کھانے دینے کے لیے مارگلہ tower پہنچے تو سکولوں کے بچے mineral water bottles ہاتھوں میں لیے بانٹ رہے تھے۔ ہر ایک کا جذبہ یہ تھا کہ وہ کچھ نہ کچھ کوئی کام کرے۔ 19 اکتوبر کی صبح بہت سی NGOs اور مسلم لیگیوں نے relief camps لگوا دیئے تھے، الخدمت فاؤنڈیشن کا کیمپ بھی دیکھا گیا۔ ڈاکٹر شہزاد وسیم اور شیر پاؤ صاحب بھی کام کی نگرانی کرتے رہے۔ وہ دن اور آج کا دن ہم لوگ کام کر رہے ہیں اور کچھ نہ کچھ کرتے ہی جا رہے ہیں۔ میں honourable Opposition کے ممبروں سے کہتی ہوں کہ وہ کس طرح یہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ کچھ نہیں کر رہے اور حکومت نے کچھ نہیں کیا۔ میں اور دوسرے لیڈر بھی چین سے نہیں بیٹھے، میں چیئرمین سینیٹ محمد میاں سومرو صاحب کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں جنہوں نے نہ صرف سینیٹ کی طرف سے relief camp لگوایا، جہاں سے سامان کے ٹرک بھر بھر کر متاثرہ علاقوں میں جا رہے تھے بلکہ اپنا خون بھی donate کر دیا اور کئی بار سینیٹرز کو لے کر مظفر آباد، بالا کوٹ، آزاد کشمیر، بٹگرام اور باغ گئے۔ وزیر اعظم آزاد کشمیر کو تسلی دی کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ میں سلام پیش کرتی ہوں President پرویز مشرف اور ان کی بیگم صہبا مشرف کو جنہوں نے اپنا blood بھی donate کیا اور بار بار بالا کوٹ اور مظفر آباد کا دورہ کیا اور عید کا دن متاثرہ بچوں کو gift دینے میں گزارا۔ اسی طرح ہمارے وزیر اعظم جناب شوکت عزیز صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ نے عید کا دن خیمہ بستی میں گزارا بلکہ عید کی نماز متاثرین کے ساتھ ادا کی۔ ہماری پارٹی کے صدر چوہدری شجاعت صاحب اور ان کی team رات گئے تک لوگوں کی فون calls سن رہے ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ مشاہد حسین instruction دے رہے ہوتے ہیں اور ہمارے تمام مسلم لیگی لیڈر بھی وہاں بیٹھے ہوتے ہیں اور بارہ بجے تک دن کا سماں ہوتا ہے۔ میں یہ سب کچھ کہنا اس لیے ضروری سمجھتی ہوں کہ Opposition حقیقت کو جانے اور حکومت کے ساتھ پورا تعاون کرے۔ چاند رات کو PTV اور ATV کے اشتراک سے بچوں کے لیے بہت بڑا پنڈال سجایا گیا، جہاں ہم نے بچوں میں عید gift تقسیم کئے، وہاں پر وسیم سجاد صاحب بھی تھے اور ڈاکٹر شہزاد وسیم بھی تھے۔ عید کا دن ہم

نے خیمہ بستی میں گزارا جو آبپارہ میں لگا ہوا community centre hall میں تھا' وہاں پر ہم سارا دن بچوں کے ساتھ رہے۔ ہم پرسوں Crisis Centre H-8 میں متاثرہ بچوں کی شادیاں کرائی ہیں جو نیلوفر صاحبہ Ministry of Women Development کے تعاون سے arrange کیا تھا' جس میں مہندی کی رسم بھی کی گئی' جہیز بھی دیا گیا' زیور بھی دیا گیا۔ میں جب دلہا کو سلامی دے رہی تھی تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے' شاید جو وہ اپنے والدین کو یاد کر کے آ گئے جو ان کی شادی کی تاریخ رکھ کے اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں نیٹو فورس کیوں آئی' نیٹو فورس اس لیے آئی کہ حکومت نے درخواست کی تھی اور ان کے بہت سے doctors نے کئی قیمتی جانیں بچائیں۔ اب موسم سرما میں لوگوں کو بچانااور چھت مہیا کرنا ہے۔ صدر پرویز مشرف نے کہا ہے کہ وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے کہ جب تک ہر affectee settle نہ ہو جائے۔ صدر نے Donors Conference بلا کر بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے' اس میں عالمی برادری دل کھول کر funds دے رہی ہے اور مجموعی امداد 5 ارب 90 کروڑ ڈالر کی ہے۔یہ حکومت کی توقع سے کہیں زیادہ ہے۔ امید ہے کہ لوگوں کی بحالی کے لیے مزید سرمایہ بھی باہر کے ملکوں سے فراہم ہو گا اور زلزلہ زدگان پھر سے نئی زندگی شروع کر سکیں گے۔ اس کے ساتھ ہی میں ایک شعر سے اپنی تقریر کا اختتام کرتا ہوں۔

رنج سے خوگر ہو' انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پہ اتنی پڑیں کہ آساں ہوگئیں

شکریہ۔

Mr. Chairman: Any more speeches or tomorrow?

شاہ صاحب سب کہہ رہے ہیں کل ۔

We adjourn now to meet tomorrow at 3.30 p.m.

سبحان ربک رب العزت عما یصفون وسلٰم علیٰ المرسلین والحمد لله رب العالمین۔

[The House was then adjourned to meet again at 3.30 in the evening on Tuesday, 22nd November, 2005.]